فقہ قدیم کی تدوین جدید
اتباع نفس
تلفیق فی المذہب
تتبع رخص
عدول عن المسلک
کے
مفاسد!
ازافادات
حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب شیروانی قدس سرہ
مقدمہ
جناب مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی
مفتی شہر جامع مسجد آگرہ

اذا ظهرت الفتن او البدع فلیظهر العالم علمہ (الحدیث)

فقہ قدیم کی تدوین جدید کے مفاسد اور خطرات

از افادات

مسیح الامّت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب شیروانی رحؒ

خلیفۂ خاص حضرت حکیم الامّت مولانا تھانویؒ قدس سرّہٗ

مقدمہ

حضرت مولانا مفتی عبد القدوس رومی صاحب

مفتی شہر آگرہ

حسب ایماء

صاحبزادۂ مسیح الامّت جناب مولانا صفی اللہ صاحب (عرف بھائی جان)

مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد (مظفر نگر) یو۔پی

ناشر

مجلس صیانۃ المسلمین ۹/۴۲۳ محلہ مفتی سہارنپور۔یو۔پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

اس وقت یہ کتاب کیوں شائع کی جارہی ہے؟

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب شیروانی قدس سرہٗ کی خدمت میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری جناب مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کی جانب سے اوائل ۱۴۰۰ھ میں اسلامی قانون کا مسودہ مولانا رحمانیؒ کے مکتوب گرامی کے ساتھ آیا تھا جس کا نہایت مدلل اور متین جواب حضرت مولانا جلال آبادیؒ نے اپنے تین معتمد اصحاب علم وافتاء (جناب مولانا مفتی رشید احمد صاحب مولانا عقیل الرحمٰن صاحب ٹانڈوی اور مفتی نصیر احمد صاحب مفتاحیؒ) کے قلم سے لکھوا کر اپنی اور اکابر افتاء، دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کی تصدیق و توثیق کے بعد مولانا رحمانیؒ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا مگر حضرت مولانا جلال آبادی کی اس تحقیقی کاوش کی رسید ہی موصول نہ ہوئی اور اب مسلم پرسنل لا بورڈ کے تیرھویں اجلاس بمبئی منعقدہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں تدوین فقہ اسلامی کی طباعت واشاعت کا فیصلہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اہلِ دین کی واقفیت اور دین وملت کی حفاظت کی غرض سے حضرت مسیح الامت قدس سرہٗ کے وہ افادات جو حضرت موصوف کے معتمد اصحاب علم وافتاء کے قلم سے ہیں من وعن شائع کر دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ واقفوں کو ثبات قدمی، استقامت علی الشریعۃ اور ناواقفوں کو بصیرت وآگاہی بخشیں آمین!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

نوٹ: اس کتاب کا نام (فقہ قدیم کی تدوین جدید کے مفاسد اور خطرات) ناشر کا تجویز کردہ ہے!

فقط

ناظم مجلس صیانۃ المسلمین

محلہ مفتی سہارن پور، یو۔پی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کتاب کا مقدمہ

یا

خیر مقدم

ع منظور ہے گذارش احوال واقعی

یاد پڑتا ہے کہ بنگلور یا مدراس کے اجلاس میں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبہ دینیات سے وابستہ ایک پروفیسر صاحب نے (نام کا اظہار غیر ضروری ہے) حاضرین اجلاس کی توجہ ایک ایسے "نکتہ" کی طرف پھیر دی جسے "شوشہ چھوڑنا" ہی کہنا مناسب ہوگا۔ موصوف نے فرمایا کہ مسلمانوں کے "عائلی مسائل" سے متعلق جو صورت حال ہمارے سامنے آرہی ہے اسے دیکھتے ہوئے جہاں ہم حکومت سے معارضہ و مزاحمت کی راہ اپنا رہے ہیں وہیں ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم کتب فقہ میں مذکور اپنے "عائلی مسائل و احکام" پر بھی اصلاحی نظر ڈالیں اور جن مسائل میں اغیار و حکومت کو مطمئن کرنیکی صورت نکل سکتی ہو ان میں ہم خود ہی کیوں نہ ترمیم کرتے ہوئے اپنے مسائل کو حل کرلیں کہ اغیار و حکومت کے ساتھ منازعت و معارضہ کے امکانات کم سے کم ہوجائیں۔

"کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ" کے ستائیس سالہ سفر کا یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جہاں سے "کعبہ" کی طرف جانے والی گاڑی کا انجن "کاشی و متھرا" کی طرف مڑ گیا اور فوراً ہی "فقہ قدیم" کی "تدوین جدید" کے "نامسعود سفر" کا آغاز کردیا گیا

عام طور پر تو دارالعلوم دیوبند کو ہندوستانی مسلمانوں کا مرکز فکر سمجھا اور کہا جاتا ہے، اسی جہت سے خود "مسلم پرسنل لا بورڈ" کے سفر کا آغاز بھی اسی دارالعلوم دیوبند سے ہوا تھا لیکن "فقہ قدیم" کی جدید کاری کیلئے شاید زمین دیوبند کو زرخیز نہیں سمجھا گیا اور "فقہ قدیم" کی اس "جدید کاری" کیلئے اسی خطۂ بہار کو مرکز بنایا گیا جہاں اب سے تقریباً ۶۰ سال پہلے "امارت و دارالقضا" کے سلسلہ میں اس سرزمین کی "زرخیزی" کا تجربہ کیا جاچکا تھا جسکی دعوت و تبلیغ اور اشاعت و ترویج کیلئے بہت ہی شدومد کے ساتھ آج بھی جدوجہد جاری ہے۔

اس مسئلہ پر تفصیلی بحث و گفتگو کا تو یہ موقعہ نہیں کیونکہ پیش نظر کتاب کا موضوع ہی دوسرا ہے۔
اس سلسلہ میں احقر کا مستقل رسالہ " والیٔ شرعی کے بغیر قاضیٔ شرعی کا تقرر؟ " ملاحظہ فرمایا جائے۔
احقر نے اس صورت حال کو دیکھ کر فوراً ہی جناب مولانا نظام الدین صاحب زید مجدہٗ سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام مندرجہ ذیل مضمون پر مشتمل مکتوب بھیجا۔
(محترم صدر بورڈ حضرت مولانا علی میاں کی علالت و ضعف کے پیش نظر موصوف کی خدمت میں قصداً نہیں بھیجا۔)

بخدمت گرامی مکرمی و محترمی جناب مولانا سید نظام الدین صاحب زیدت مکارمہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:
اس سے پہلے حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی علیہ الرحمہ کی حیات اور ان کے دور نظامت میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا جو اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا تھا جس کے آخری اجلاس میں ایک تجویز پورے ہندوستان کیلئے ایک امیر شرعی کے انتخاب کی بابت بھی پیش کی گئی تھی، احقر راقم السطور نے بذات خود اسی مجمع میں اس تجویز سے اختلاف کا اظہار کر دیا تھا اور عزیزم مفتی مجد القدوس خبیب رومی سلمہ کے بدست حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ معارف شیخ حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیجکر ان سے گذارش کر دی تھی کہ اس مسئلہ میں ہمارے معتمد علمائے مظاہر ہندوستان میں قیام امارت سے متفق نہیں ہیں اس لئے یہ تجویز قابل اتفاق نہیں ہے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب نے جلسہ کی کارروائی فوراً ہی روک دی تھی اور بات اسی مرحلہ میں ختم ہوگئی لیکن جب دفتر کی طرف سے تیار کی ہوئی اجلاس کی کارروائی ارکان کو بھیجی گئی تو اس میں امارت کی تجویز سے احقر کے اختلاف کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

راقم السطور نے اسی وقت ایک شکایتی مراسلہ حضرت صدر محترم اور محترم جنرل سکریٹری صاحب کی خدمت میں تحریر کر دیا تھا کہ اجلاس کی کارروائی میں امارت کی تجویز سے احقر کے اختلاف کے ذکر کو کیوں نکال دیا گیا ہے۔
حضرت صدر محترم نے جواب دیا کہ میں نے آپ کا خط مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کو بھیجدیا ہے وہ جواب دینگے لیکن حضرت مولانا رحمانی صاحب کا کوئی جواب ہی موصول نہ ہوا۔
اس طرز عمل نے احقر کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ احقر کیلئے بورڈ کی رکنیت مناسب نہیں ہے بورڈ

میں ایک خاص فکر کے لوگوں کا غلبہ ہے وہاں دوسری فکر کی بات یوں ہی ردی کی ٹوکری میں ڈالی جاتی رہے گی ابھی اس سلسلہ میں کسی قطعی فیصلہ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ بورڈ کے ایک دوسرے اجلاس (یعنی تیرہویں اجلاس) کا دعوت نامہ ایجنڈہ سمیت موصول ہوگیا، ایجنڈہ کا گیارہواں معاملہ "تدوین فقہ اسلامی" کی طباعت کے پہلو پر غور" دیا گیا ہے۔ یہ معاملہ ہم جیسے دقیانوسی اور قدامت پسند لوگوں کیلئے بالکل خطرہ کی گھنٹی ہے اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ "مسلم پرسنل لا بورڈ" اپنے پرانے موقف پر اب قائم نہیں رہ گیا ہے بلکہ اس نے دوسروں کے اعتراضات سے مرعوب مغلوب ہو کر یہ اعلان کرنے کا ارادہ کرلیا ہے کہ ہندوستان میں اب تک جو فقہ زیرعمل رہا وہ اسلامی نہیں تھا جسکی وجہ سے دوسروں کو اس میں کیڑے نکالنے اور اعتراض کرنے کا موقع ملتا رہا ہے اصل اسلامی فقہ یہ ہے جو مدت دراز کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی ونگرانی میں تیار کیا گیا ہے۔

معاملہ کا یہ پہلو ممکن ہے بہت سے حضرات کیلئے خوش کن اور مسرت افزا ہو لیکن راقم السطور جیسے بہت سے قدامت پسندوں کے نزدیک یہ زبردست انتشار وتشتت کا موجب ہوگا۔ ایسی صورت میں احقر کیلئے اس کی رکنیت کی برقراری جائز سمجھ میں نہیں آرہی ہے مجبوراً رکنیت سے استعفاء ہی میں عافیت نظر آتی ہے استعفا قبول فرمالیا جائے۔

والسلام عبدالقدوس رومی

مفتی شہر آگرہ

اس کے بعد اجلاس بمبئی کی تاریخ تبدیل ہوگئی۔ اس موقعہ پر تاریخ کی تبدیلی کی اطلاع کے ساتھ جو ایجنڈہ موصول ہوا اس میں ۱۱ "حسابات بورڈ سالانہ و بجٹ کی پیشی" کردیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید احقر کے استعفیٰ کو درخور اعتناء قرار دیتے ہوئے تدوین فقہ اسلامی کی طباعت روک دی گئی ہے۔ لہٰذا احقر نے اجلاس بمبئی میں شرکت کا فیصلہ کرلیا مگر وہاں جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ "جنرل سکریٹری رپورٹ" میں "تدوین فقہ اسلامی" کی طباعت واشاعت کا معاملہ جوں کا توں باقی ہے۔

اس کیفیت کو دیکھ کر شرعی، اخلاقی اور ملی مصلحت یہی معلوم ہوئی کہ اب سے تقریباً تیرہ ۱۳ چودہ ۱۴ سال بیشتر کا وہ تنقیحی و تحقیقی جواب شائع کردیا جائے جس کو حضرت حکیم الامۃ

مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب شیروانی علیہ الرحمۃ نے اپنے تین معتمد اہل علم و افتاء کے قلم سے لکھوا کر جناب مولانا منت اللہ رحمانی رحؒ سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔ حضرت مولانا جلال آبادی قدس سرہٗ نے اس سلسلہ میں یہ اہتمام فرمایا کہ اکابر افتاء دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں پہلے اپنا جواب اصلاحی نظر سے ملاحظہ کے لئے بھیجا ــــــــــ چنانچہ حضرت مولٰنا جلال آبادی علیہ الرحمہ نے جن حضرات کے توسط سے اپنا جواب دارالافتاء دیوبند ارسال فرمایا ان سے حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی (ناظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند) نے حضرت مولانا جلال آبادیؒ کا مرسلہ جواب سن کر فرمایا کہ "اس سلسلہ میں مجھے بھی مغالطہ دیا گیا تھا جس سے میں بھی .... دھوکہ میں تھا۔ اب اس تحقیق و تنقیح سے اطمینان ہوگیا"۔ یہ فرما کر تصدیق و توثیق تحریر فرمائی۔ یہ بھی فرمایا کہ "ان لوگوں کو میں پڑھنے کے زمانے سے جانتا ہوں۔ یہ اپنے بزرگوں کے صحبت و تربیت یافتہ ہونے کے بجائے دنیادار لیڈروں اور قانون دانوں سے مرعوب و متأثر ہیں"۔

اس کے بعد جب فقہی سیمیناروں کا سلسلہ شروع ہوا تو اس پر بھی نہایت تأثر کے ساتھ فرمایا کہ یہ "سیمینار" نہیں "سمّی انار" ہیں۔ ان کے زہریلے اثرات سے لوگ محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ "سمی انار خنداں" مقولہ مشہور ہے۔

حضرت مصلح الامۃ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب غریقِ بحرِ رحمت کے معتمد مفتی برادر محترم جناب مولانا عبدالرحمان صاحب جامیؒ (مدرسہ وصیۃ العلوم الٰہ آباد) نے جب مرسلہ مسودۂ اسلامی قانون اور اس کے ساتھ مولانا رحمانیؒ کا مکتوب گرامی ملاحظہ فرمایا تو بے ساختہ فرمایا کہ فقہ قدیم کی تدوین جدید کرنے والوں کو غلط فہمی اور خلط ہوگیا ہے۔ وہ ضرورت شرعی اور سہولت عرفی دونوں کو "ضرورت" بمعنی اضطرار سمجھے ہیں حالانکہ ضرورت (شرعی) اور سہولت (عرفی) میں فرق ہے۔ محض سہولتوں پر "الضرورات تبیح المحظورات" صادق نہیں آتا۔

یہ " مسودۂ اسلامی قانون " مظاہر علوم سہارنپور بھی آیا تھا چنانچہ محترمی مفتی محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے تو یہ تحریر فرما کر کہ " شرعی احکام کی تحقیق کا یہ طرز ہی غلط ہے " مسودۂ اسلامی قانون واپس فرمادیا اور اس کے بعد اس سلسلہ کے کسی سوال کا جواب دینا ہی پسند نہ کیا کہ دار الافتاء میں روزمرہ کے دستی اور ڈاک کے زبانی و تحریری سوالات کے جوابات ہی سے فرصت نہیں رہتی۔ البتہ مکرمی جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ نے اسی ضرورتِ شرعی اور سہولت عرفی کے خلط مبحث پر لکھنا بھی شروع کر دیا تھا مگر اسی دوران حضرت مولانا جلال آبادی قدس سرہٗ کا یہ جواب تصدیق و توثیق کے لئے موصوف کے سامنے آگیا۔ اسے دیکھنے کے بعد جناب مفتی صاحب نے اپنے مستقل جواب کو موقوف فرمادیا، حالانکہ مفتی صاحب موصوف کے مستقل جواب کی ضرورت..... ہنوز باقی ہے۔ بہرحال یہی وہ مدلل و مفصل اور متین جواب ہے جو ملّتِ اسلامیہ ہند کے اہل علم و افتاء کی اطلاع کے لئے اس وقت شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ دین و ملّت کی حفاظت کے لئے اس کو مفید و مقبول فرمائے۔ آمین!

بر رسولاں بلاغ باشد و بس!

۱۰ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

عبد القدوس رومی
مفتی شہر آگرہ
صدر مفتی دائرۃ الشریعۃ، وصی آباد
الٰہ آباد

فقہ اور فقہاء کے سلسلہ میں علماء دیوبند کا مسلک

اکابرِ دیوبند کے مسلک و مشرب اور مزاج و مذاق کے نقیب و ترجمان حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ صدر اوّل آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ تحریر فرماتے ہیں :

"یہ مسلک وہی جامعیت اور جوہرِ اعتدال لیے ہوئے ہے جو اولیاء و علماء کے بارے میں انہوں نے اپنے سامنے رکھا، جس کا خلاصہ بطور اصول کے یہ ہے کہ وہ دین کے بارے میں آزادیٔ نفس سے بچنے، دینی بے قیدی اور خود رائی سے دور رہنے اور اپنے دین کو تشتّت اور پراگندگی سے بچانے کیلئے اجتہادی مسائل میں فقہ معیّن کی پابندی اور ایک ہی امام مجتہد کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسلئے وہ اور ان کی تربیت یافتہ جماعت فقہیّات میں حنفی المذہب ہے، لیکن اس سلسلہ تقلید و اتباع میں بھی اعتدال و جامعیّت کی روح سرایت کئے ہوئے ہے، جس میں افراط و تفریط کا وجود نہیں۔ نہ تو ان کے یہاں یہ آزادی ہے کہ وہ سلف کے قائم کردہ اصولِ تفقّہ اور ان سے استنباط کردہ مسائل ہی کے قائل نہ ہوں اور ہر ہر قدم پر اور ہر زمانہ میں ایک نیا فقہ مرتب کرنے کے خبط میں گرفتار رہوں یا بالفاظِ دیگر اپنے فہم و رائے کی قطعیت کے توہم میں اجتہاد مطلق کا دعویٰ لیکر کھڑے ہوں اور نہ اس کے برعکس فقہیّات میں ایسے جمود اور بے شعوری کے قائل ہیں کہ ان فقہی مسائل کی تحقیق و تدقیق یا ان کے ماخذوں کا پتہ چلانے کیلئے کتاب و سنّت کی طرف استدلالی مراجعت کرنا بھی گناہ تصوّر کرنے لگیں اور ان فقہی استنباطوں کا رشتہ قرآن و حدیث سے جوڑنا اور ان کی مزید حجتیں اپنی وسعتِ علم سے نکال لانا بھی خود رائی اور آزادیٔ نفس کے مرادف باور کریں!

(علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج صـ ۱۴۲)

مکتوب گرامی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)

بنام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (مفتی اعظم پاکستان)

”عموماً نئے ذہن کے علماء حالات سے مرعوب ہو کر انھیں اصل بنا لیتے ہیں اور مسائل کو تابع۔ قصہ برعکس ہونا چاہیئے کہ مسلک اور مسائل اصل رہیں اور پھر امکانی حد تک (اور) تا بحد تحفظ مسلک، حالات کی رعایت ہو۔ ایک ہے وقتی حالات کے تحت مسئلہ کی صورت تبدیل (کرنا) اور ایک ہے مسئلہ اپنی جگہ قائم رکھتے ہوئے کسی خاص صورت میں خاص احوال کے تحت استثنائی صورت دیا جانا۔ پہلی صورت (وقتی حالات کے تحت مسئلہ کی صورت تبدیل کرنا یہ) کس طرح جائز ہوگی؟ دوسری (صورت مسئلہ اپنی جگہ قائم رکھتے ہوئے کسی خاص صورت میں خاص حالت کے تحت استثنائی صورت دیا جانا اس) میں گنجائش ہوگی۔

مگر استثناء خود کوئی قانون نہیں ہوتا کہ اسے اصولی اور کلی شکل دی جائے!

بہر حال ان اصول کو سامنے رکھ کر مسائل کی تشریح ہونی چاہیئے۔“

محمد طیب از دیوبند

۲/۱۰/۱۳۸۶ھ

(ماخوذ از البلاغ اشاعت خصوصی مفتی اعظم پاکستان نمبر ص ۱۲۱۲)

۷۸۶

مکرم و محترم ! زید مجدکم السامی : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو ،

یہ عریضہ ایک اہم دینی اور علمی ضرورت کے پیش نظر ارسال خدمت ہے ، جس کی تفصیل نیچے معلوم ہوگی "آل انڈیا مسلم پرسنل لا، بورڈ" نے اسلام کے عائلی اور معاشرتی احکام ومسائل کی ترتیب جدید کا کام شروع کیا ہے ، اس سلسلہ کی سب سے پہلی کتاب "کتاب النکاح" ارسال خدمت ہے یہ کتاب مسائل نکاح کے ساتھ مہر، رضاعت ، حضانت ، نفقہ اور ولایت کے ابواب پر مشتمل ہے ۔

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب انگریزوں کا دور حکومت آیا تو ابتداءً مسلمانوں کے معاملات ومسائل کے حل وفیصلے کیلئے علماء کرام میں سے قضاۃ منتخب ومقرر کئے جاتے تھے جنھیں شریعت اسلامیہ سے پوری واقفیت ہوتی تھی اور اسلام کی روح سے بھی آشنا ہوتے تھے ، لیکن کچھ دنوں کے بعد انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے سول اور دیوانی معاملات کو بھی انگریزی عدالتوں کے حوالہ کردیا ، نتیجہ کے طور پر فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھ میں آگیا جو شریعت اسلامیہ سے بالکل ہی بے خبر اور مسلمانوں کے معاشرتی حالات سے لاعلم ہوا کرتے تھے ، لیکن انگریزی عدالتوں نے اس کی کوشش کی کہ مسلمانوں کے معاشرتی معاملات کا فیصلہ ان کی شریعت کے مطابق کیا جائے ، اس کام کیلئے اس وقت ہدایہ ، عالمگیری وغیرہ کے ترجمے جو انگریزی زبان میں کئے گئے تھے کافی سمجھے گئے جو ترجمے بڑی حد تک ناقص اور جن کی تعبیریں غلط ہیں ۔

اس کے بعد قانون دانوں نے شرع اسلامی پر کتابیں لکھیں جن میں مسائل کے ساتھ ساتھ اسکی تشریح بھی کی گئی ۔ لیکن یہ لکھنے والے اصل ماخذ کی زبان یعنی عربی سے یا تو پوری طرح واقف نہیں تھے یا بالکل ہی ناواقف تھے ان کتابوں میں بھی صحت کا التزام نہ ہوسکا اور مختلف مقامات پر تو تشریح وتعبیر گمراہ کن ثابت ہوئی جس کے نتیجے میں عدالت کے فیصلے شریعت کے خلاف ہوئے ۔ اس کے علاوہ تدوین احکام شرعی اور اسکی ترتیب نو کی طرف اس امر واقعہ نے بھی متوجہ کیا ۔۔۔۔

کہ ۱۹۳۷ء میں شریعت اپلیکیشن ایکٹ نافذ وجاری ہوا جس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا، یا اسلام کے معاشرتی مسائل نے قانونی حیثیت اختیار کی ، لیکن اس ایکٹ میں مسائل کے صرف عنوانات ہیں اس کی تعریف ، تشریح وغیرہ بالکل نہیں ہے ۔ اس قانون میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ نکاح ، مہر، رضاعت ، حضانت ، نفقہ ، ولایت ، طلاق ، وصیت

وقف، وراثت وغیرہ کے مسائل مسلمانوں کیلئے شریعت کی روشنی میں طے کئے جائیں گے، لیکن اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا کہ نکاح، طلاق، خلع وغیرہ کی تعریف کیا ہے، اس کے مسائل واحکام کیا ہیں، اسکی تشریح کیا ہے؟ اور ان تمام امور سے متعلق قرآن وسنت کی ہدایت کیا ہے؟

اس لئے سخت ضرورت تھی کہ ان سارے عنوانات سے متعلق کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تعریف تشریح اور توضیح کی جائے اور موجودہ دور کی ضروریات کے پیش نظر اور سہولت پسندی کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تعبیر کی جائے جس سے فہم آسان اور عمل سہل ہو۔

ان حقائق نے اسکی ضرورت محسوس کرائی کہ شریعت اسلامیہ کے قانون کو نئے طرز پر مدون کیا جائے جو نئے تقاضوں کو پورا کرنے والا ایک مستند مجموعہ ہو جس پر مستند علماء کرام کو اتفاق ہو اور جسے عدالتوں میں بطور سند پیش کیا جا سکے ضرورت تو اس کی تھی کہ ہندوستان کے جید اور مستند علماء دین برس، چھ مہینے کیلئے یکجا ہو کر کہیں بیٹھتے اور اس اہم ترین کام کو انجام دیتے لیکن اس طرح ان کا جمع ہونا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے، اور ضرورت کا تقاضہ بہت زیادہ ہے اس لئے اللہ کا نام لے کر اپنی بے بضاعتی کے پورے احساس کے ساتھ چند جید علماء اور بعض دیوانی کے اچھے اور ممتاز قانون دانوں کو ساتھ لے کر یہ نازک کام شروع کر دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس عاملہ اور مرکزی ایکشن کمیٹی منعقدہ ۱۳ر جولائی ۸۶ء میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔۔۔

"یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ ابھی تک عدالتوں میں مسلم لاء کی ان کتابوں کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جن میں صریح غلطیاں یا غلط فہمیاں موجود ہیں، اور یہ بات کئی مرتبہ اہل علم کی زبانوں پر آئی کہ زمانہ حاضر کی ضرورت اور تقاضوں کے مطابق کوئی ایسا مستند مجموعہ موجود نہیں ہے جو شریعت اسلامی کی صحیح ترجمانی کرتا ہو اور اس پر مستند علماء کا اتفاق ہو اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ وہ اپنی نگرانی اور رہنمائی میں مستند علماء کے قلم سے مسلم وکلاء اور قانون دانوں کے مشورہ سے ایک ایسا مجموعہ تیار کرائے جس کو عدالتوں میں سند کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ چنانچہ بنام خدا یہ کام مرکزی دفتر مسلم پرسنل لاء بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر میں حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی نگرانی اور رہنمائی میں شروع کر دیا گیا ہے اور اس کیلئے چند فاضل مستند علماء کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اور کام کی پیش رفت بفضلہ تعالیٰ اطمینان بخش ہے، عاملہ نے بورڈ کے اس اقدام کو منظور

کیا اور تحسین کی۔۔

اس عاجز نے جب عملی نقشہ تیار کیا تو سب سے پہلے نگاہ جناب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند پر پڑی۔ جو نہ صرف مسائل کا جواب دینے میں کافی مشاق ہیں بلکہ بارہ جلدوں میں فتاوی دار العلوم دیوبند کو مرتب کر کے قابل قدر علمی خدمات انجام دے چکے ہیں، چنانچہ میری درخواست پر جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے چھ ماہ کیلئے مفتی صاحب کو مونگیر بھیجدیا۔ یہاں جامعہ رحمانی کے استاذ فقہ وحدیث جناب مولانا زبیر احمد صاحب قاسمی اور جناب مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی امارت شرعیہ کے مفتی جناب مولانا محمد نعمت اللہ صاحب قاسمی اور جناب سید اظہار الحق صاحب ایڈوکیٹ اور دو تین اساتذہ کو ساتھ لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا، الحمدللہ کام کی رفتار اچھی رہی اور اس وقت "کتاب النکاح" آپ کے سامنے ہے۔

وقت کے تقاضوں اور موجودہ دور کی ضرورتوں کو جاننے اور مسائل کی تعبیر اور تشریح میں ہم نے قانون دانوں اور وکلاء سے مدد لی ہے۔ کام کرتے وقت ہم نے جناب مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء اور جناب مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی قاضی شریعت امارت شرعیہ سے بھی استفادہ کرنیکی پوری کوشش کی ہے، چنانچہ مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی نے مونگیر کے سفر کی زحمت گوارہ فرمائی اور "کتاب النکاح" دیکھ کر کچھ تحریری مفید مشورے دیئے جن سے نظر ثانی کے وقت استفادہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں پہلا کام تو یہ کیا گیا کہ فقہ کی معتبر اور مستند کتابوں میں پھیلے ہوئے اور منتشر کثیر الوقوع یا ممکن الوقوع احکام ومسائل کو مختلف ابواب کے تحت جمع کیا گیا ہے، پھر ہر جزئیہ اور ہر مسئلہ پر ہم نے اس حیثیت سے غور کیا کہ موجودہ سہولت پسندی کے زمانہ میں اس پر عمل سہولت کے ساتھ ممکن ہے یا نہیں؟ اگر یہ محسوس کیا گیا کہ اس مسئلہ پر عمل مشکل ہوگا تو پھر دوسرے اقوال پر نظر ڈالی گئی، اگر وہاں سہولت نظر آئی اور اسے اس دور کے مناسب سمجھا گیا تو اسے ہی اختیار کر لیا گیا۔ اور اس موقعہ پر ہم نے مجتہدانہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ مقلد ہی رہے۔ ہم نے یہ دیکھا کہ قرون اولیٰ میں ائمہ نے کسی مسئلہ پر ایک فتویٰ دیا جو ان کے زمانہ کے حالات کے مناسب تھا بعد میں اسی مسلک کے دوسرے علماء وائمہ نے دوسرا فتویٰ دیا جو ان کے اپنے وقت کے مناسب تھا۔ مثلاً امام اعظم ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ وغیرہ نے "استیجار علی الطاعۃ" کو ناجائز وحرام بتلایا اور تیسری صدی ہجری تک یہی فتویٰ دیا جاتا رہا لیکن چوتھی صدی ہجری میں جب حالات بدلے اور بیت المال کا نظام کمزور پڑ گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ اگر استیجار علی الطاعۃ کو ناجائز وحرام کہا جائے تو تعلیم قرآن ہی نہیں دین کی اضاعت کا خطرہ ہے تو فقیہ ابو اللیثؒ متوفی ۳۷۱ھ نے جواز کا فتویٰ دیا رسائل ابن عابدین میں ہے قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کنت افتی بثلاثۃ افتی ان لا یحل اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن وانہ لا ینبغی للعالم ان یدخل

علی السلطان وانہ لاینبغی للعالم ان یخرج الی الرستاق فرجعت عن الکل تحرزاً عن ضیاع تعلیم القرآن ولحاجۃ الخلق وبجھل اھل الرستاق (رسائل ابن عابدین ص۱۵۷-۱۵۸)

پانچویں صدی ہجری تک بات یہیں تک رہی اور شمس الائمہ سرخسیؒ متوفی ۵۰۰ھ نے تعلیم قرآن کو مستثنیٰ کرکے عدم جواز ہی کا فتویٰ دیا اور لکھا " اجمعوا علی ان الاجارۃ علی تعلیم الفقہ باطلۃ " ۔ چھٹی صدی ہجری میں بھی قاضیخاں متوفیٰ ۵۹۲ھ اور علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ متوفیٰ ۵۹۳ھ نے یہی لکھا کہ تعلیم قرآن کے سوا کسی طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن اسی صدی ہجری میں صاحب مجمع البحرین احمد بن علی بن ثعلب مظفر الدین المعروف بابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ نے تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ و امامت پر بھی اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ۔ آٹھویں صدی ہجری میں صاحب مختصر الوقایہ امام تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ احمد بن عبید اللہ متوفی ۷۴۷ھ اور صاحب درر البحار متوفی ۷۸۸ھ نے صاحب مجمع البحرین کی تائید کی پھر جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا اور ضرورتیں زیادہ سنگین ہوتی گئیں اس مسئلہ میں جواز کا حلقہ بڑھتا گیا ۔ دسویں صدی ہجری میں صاحب تنویر الابصار محمد بن عبد اللہ بن احمد الخطیب متوفی ۱۰۰۴ھ نے تعلیم قرآن، فقہ، امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کردیا ۔ اسی طرح دسیوں مثالیں ملیں گی جس میں زمانہ کی ضروریات، عرف، عادت کا لحاظ کرتے ہوئے فقہاء نے اپنے ہی مسلک کے ائمہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور زمانہ کی ضرورت اور عرف و عادت کے مطابق فتویٰ دیا ہے ۔ رسم المفتی اور الاشباہ میں ایسی بہت سی مثالیں جمع کردی گئی ہیں جن کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے ۔ صرف یہی نہیں مفتی کا فرض ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرے ۔ عرف و قرائن اس کے سامنے ہوں اور ضروریات زمانہ سے باخبر ہو ورنہ وہ صحیح طور پر مسائل نہیں بتلاسکے گا ۔ رسم المفتی ص۹۸ میں ہے فقد ظھر لك ان جمود المفتی او القاضی علی ظاھر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحۃ والجھل باحوال الناس یلزم منہ تضییع حقوق کثیرۃ وظلم خلق کثیرین ۔ اپنے زمانہ اور اپنے علاقہ کے عرف کی تو بڑی اہمیت ہے ۔ عرف عام کو تو قانون اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے شرح الاشباہ للبیری میں لکھا ہے "الثابت بالعرف کالثابت بدلیل شرعی" علامہ سرخسیؒ نے "مبسوط" میں وضاحت کی ہے " الثابت بالعرف کالثابت کالنص" عرف کا تعلق لسانیات سے ہے اور عادت کا روایات و استعمال سے ہے "صاحب الاشباہ" نے لکھا ہے " تترك الحقیقۃ بدلالۃ الاستعمال والعادۃ " قنیہ میں تو یہاں تک لکھدیا ہے "لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاھر المذھب ویترکا العرف " بہرحال انہیں تصریحات کے دامن میں پناہ لیتے ہوئے ہم نے بعض مسائل میں ظاہر الروایۃ اور

قول مفتی بہ کو چھوڑ کر اسی سلسلہ کے دوسرے ائمہ اور اصحاب ترجیح کے اقوال کو اختیار کر لیا ہے کہ ہمیں اس زمانہ میں اسی قول کے مطابق دین پر عمل کرنے میں سہولت معلوم ہوئی۔ جہاں جہاں ہم نے قول مفتی بہ یا ظاہر روایتہ کو چھوڑ کر دوسرا قول اختیار کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

۱۔ دفعہ (۴۲) باپ دادا کا معروف بسوء اختیار ہونا۔

۲۔ دفعہ (۵۴) غیر کفو میں دلی عصبہ کو حق اعتراض۔

۳۔ دفعہ (۱۳۴) ادائیگی نفقہ میں شوہر کے حال کا اعتبار۔

۴۔ باب مہر۔ مہر کی تعریف ان تعریفوں سے ذرا ہٹ کر کی گئی ہے جو عام کتب فقہ میں مذکور ہے اس لئے کہ اس دور میں مہر کی تعریف میں یہ کہنا کہ یہ ملک بضعہ کا بدل ہے شاید استہزاء کا باعث ہو اس لئے اسکی تعبیر بدل دی گئی۔

اس کتاب جس کا نام "اسلامی قانون" (متعلق مسلم پرسنل لاء) ہے میں ایسے مقامات بھی ملیں گے جہاں فقہ حنفی سے عدول کرتے ہوئے دوسرے ائمہ کے مسلک کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ ہمارے خیال میں دونوں زمانوں میں بڑا فرق ہے، موجودہ بدلے ہوئے حالات اور معاشرہ میں ان مسائل پر عمل مشکل تھا اس لئے ہم نے اس متعین مسئلہ میں دوسرے امام کے مسلک کو اختیار کر کے مسلمانوں کیلئے عمل میں سہولت پیدا کرنیکی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ کام بھی ہم نے اس علم کے بعد کیا ہے کہ ہمارے فقہاء کرام ایسا کرتے رہے ہیں، اور اس یقین کے بعد کیا ہے کہ ایسا کرنے سے کسی ایسے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جو سنت سے صراحۃً ثابت ہے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

کتب فقہ کا مطالعہ بتلاتا ہے کہ وقت کی ضرورت، بدلے ہوئے حالات کی رعایت، عرف وعادت کے پیش نظر یا دفع فتنہ کیلئے اگر کسی مسلک پر عمل نہ کیا جا سکتا ہو تو دوسرے مسلک ومذہب پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا درست ہے "ردالمحتار" میں لکھا ہے ذکر ابن وهبان في منظومته لو افتى بقول مالك رح في موضع الضرورة جاز قال القهستاني في "لو افتى به في موضع الضرورة" لابأس به على ما اظن به" (مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۶۹ میں مندرجہ بالا حوالہ کے ساتھ یہ تحریر بھی موجود ہے۔ "في حسب المفتيين قول مالك رح معمول به في هذه المسئلة وهو احد قولي الشافعي رح ولو افتى الحنفي بذالك يجوز فتواه لان عمر رضي الله عنه قضى هكذا في الذى استهوته الجن بالمدينه وكفى به اماما"

ولانه منع حقها بالغیبة فیفرق القاضی بینهما بمضی هذه المدة اعتباراً بالایلاء فی العدد وباللعنة فی السنة عملاً بالشبهین "

اسی طرح جامع الرموز ص۶۵۶ میں اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے " هذا اوسع فیجوز الاخذ به وان لم مذهبا فان الانسان یعذر به فی العمل عند الضرورة کما فی الزاهدی " اور علامہ امین المعروف بابن عابدین نے "ردالمحتار" جلد اول کے اوائل میں لکھا ہے " وانه یجوز العمل بما یخالفه ما عمله علی مذهبه مقلداً فیه غیر امامه مستجمعا شروطه "، اسی طرح ممتدۃ الطہر وہ مقروض جس سے ادائیگی کی امید نہ ہو - یہ اور اسطرح کے دوسرے مسائل میں علماء احناف نے دوسرے ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے اسکی تفصیل کیلئے " الدر المختار ورد المحتار کتاب السرقة "، اور " ردالمحتار کتاب المفقود وکتاب القضاء، فصل فی الجنس " ملاحظہ فرمائیں -

فقہاء کرام کی ان ہی تصریحات کے پیش نظر ہم نے چند مسائل میں فقہ حنفی کو چھوڑ کر دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کیا ہے

۱- " سسرالی رشتہ کی محرّمات " کے عنوان کے تحت (۵)

۲- دفعہ (۱۹)
رضاعت کا ثبوت چار عورتوں کی گواہی سے

۳- دفعہ (۴۱)
خیار بلوغ کے استعمال میں مجلس کی شرط

۴- دفعہ (۷۳)
باب نکاح میں کفاءۃ کا مطلب

۵- دفعہ (۸۶)
مہر کی نفی کرنے کا نکاح پر اثر

۶- نکاح کے شرائط
ایجاب وقبول کرنے والے کا عاقل و بالغ ہونا

۷- دفعہ (۱۳۵)
نفقہ سے محرومی فسخ نکاح کا سبب بن سکتی ہے

۸- دفعہ (۱۳۷)

بیوی زمانہ ماضی کے نفقہ کی مستحق ہوگی،

بہرحال میں نے اس عریضہ میں مذکورہ بالا اشارات کے ذریعہ جناب والا کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے کہ اس کتاب ''اسلامی قانون''........ میں موجودہ دور وزمانہ اور آجکل کے بدلے ہوئے معاشرہ کی بھی رعایت کی ہے۔ اب ''اسلامی قانون'' کا ایک حصہ یعنی ''کتاب النکاح'' جو باب المہر، نفقہ، رضاعت، حضانت، ولایت وغیرہ پر مشتمل ہے ارسال خدمت کیا جارہا ہے۔

براہ کرم اس کا مطالعہ فرما کر اپنی تفصیلی رائے سے مطلع فرمائیں اس لئے ہر دو ورق کے درمیان ایک سادہ ورق لگا دیا گیا ہے، تاکہ آپ اپنی رائے تحریر فرماسکیں۔ نیز جواب کیلئے لفافہ پر ٹکٹ لگا کر رکھ دیا گیا ہے تاکہ آپکو سہولت ہو،

ایک ضروری بات یہ عرض کرنی ہے کہ براہ کرم اپنی رائے تحریر فرما کر اس مسودۂ قانون کے ساتھ ۱۵ر دسمبر تک ارسال فرمادیں۔ کام کی ضرورت، اہمیت اور عجلت کا احساس مجھ سے زیادہ آپ کو ہوگا اس لئے اس میں تاخیر روا نہ رکھی جائے۔

والسلام

منت اللہ غفرلہ

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

امارت شرعیہ خانقاہ مونگیر بہار

۱۵-۲-۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی گذارش

حامداً ومصلیاً ومسلماً جن مسائل سے متعلق استصواب فرمایا گیا ہے ان کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ عرض ہے کہ آپ کے استصواب فرمانے پر یہ جو کچھ بھی عرض کیا جارہا ہے اس کا مقصد نصحا للمسلم محض خیرخواہانہ طور پر نیک مشورہ عرض کرنا ہے۔ تاکہ عدول عن المسلک کی صورت میں پیش آنے والے مفاسد اور خطرات کا دوسرا پہلو بھی قدرے وضاحت کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے آجائے اور نفع وضرر کے دونوں پہلوؤں پر اچھی طرح غور کیا جاسکے۔

نیز جن مسائل کے بارے میں استصواب فرمایا گیا ہے ان مسائل کے تمام مستدلات کو مسائل کیساتھ ساتھ لکھنا ضروری تھا چونکہ اولاً تو جن کتابوں کے نام مسائل کے حوالوں میں لکھے گئے ہیں وہ ہر جگہ دستیاب نہیں اور بعض مرتبہ مطابع کا بھی اختلاف ہوتا ہے نیز پورے صفحے میں سے استدلال والی عبارت کا تلاش کرنا بھی دیر طلب کام ہے اس لئے ان مسائل کے علاوہ جن میں مسلک سے عدول کیا گیا ہے اور باقی مسائل پر نظر نہیں کی گئی لہذا ان مسائل کے بارے میں کچھ رائے ظاہر کرنے سے معذوری ہے۔

جوابات کے ارسال کرنیکی جلدی کی وجہ سے یہ کام تین حضرات نے مل کر کیا ہے اس لئے ممکن ہے کہ بعض جگہ استدلات وحوالہ جات یا تعبیرات کا تکرار نظر آئے مگر چونکہ وہ غیر مفید نہیں ہے لہذا اس کا حذف کرنا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔

مبنیٔ عدول پر کلام مرسلہ مسودہ کے ساتھ منسلک آپ کے خط کو بغور پڑھا جس میں آپ نے تدوین جدید اور بعض مسائل میں عدول عن المسلک کی غرض وغایت کو بیان فرمایا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے ”پھر ہر جزیہ اور مسئلہ پر ہم نے اس حیثیت سے غور کیا کہ موجودہ سہولت پسندی کے زمانہ میں اس پر عمل مشکل ہوگا تو پھر دوسرے اقوال پر نظر ڈالی گئی اگر وہاں سہولت نظر آئی اور اسے اس دور کے مناسب سمجھا گیا تو اسے ہی اختیار کرلیا گیا“ (خط ص۳)

دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے "موجودہ دور کی ضروریات کے پیش نظر اور سہولت پسندی کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تعبیر کی جائے جس سے فہم آسان اور عمل سہل ہو" (مکتوب مولانا منت اللہ رحمانی)

جواباً عرض ہے کہ آنجناب نے عدول عن المسلک کا جو مبنی لکھا ہے وہ جمہور امت کے نزدیک غیر صحیح ہے اور جب مبنیٰ ہی صحیح نہیں تو ما بُنِیَ علیہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ والمبنی علی الفاسد فاسد۔

فقہاء کرام رح نے عدول عن المسلک کی گنجائش کو ضرورتِ شدیدہ، واقعۂ دائمہ کے پیش آجانے پر لکھا ہے چنانچہ علامہ شامی رح اپنے رسالہ شفاء العلیل میں تحریر فرماتے ہیں

۱ے ومن اقوی الادلة علی ما قلنا من ما افتوا لیس عاما فی کل طاعة بل ھو خاص بما نصوا علیه مما وجد فیه علة الضرورة والاحتیاج (شفاء العلیل ص۱۶۳)

۲ے والذی صرح به الفقهاء فی مشهور کتبهم جواز الانتقال فی احاد المسائل والعمل فیها بخلاف مذهب امامه الذی یقلد مذهبه اذا لم یکن ذالك علی وجه التتبع للرخص انتهی (اتمام الخیر فی الافتاء بمذہب الغیر ص۱۶۵)

۳ے وبه علم ان المضطر له العمل بذالك لنفسه کما قلنا وان المفتی له الافتاء به للمضطر فما مر من انه لیس له العمل بالضعیف والافتاء به محمول علی غیر موضع الضرورة کما علمت من مجموع ما قررناه (رسم المفتی ص۱۰۲)

فقہاء کرام کی مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہے کہ عدول عن المسلک کی گنجائش ضرورتِ شدیدہ کے پیش آجانے پر ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت رح نے الحیلۃ الناجزہ میں بھی یہی لکھا ہے جسکی فقہاء کرام رح نے تصریح فرمائی ہے تحریر فرماتے ہیں "ہم نے اس رسالہ میں اسی شرط یعنی عدم اتباع ہوا کی بنا پر صرف ان مواقع میں مذہب مالکیہ پر عمل کی اجازت دی ہے جہاں ضرورتِ شدیدہ یقینی مشاہد و متیقن ہو گئی اور جہاں شدتِ ضرورت کا تیقن نہیں ہوا وہاں مذہب مالکیہ کی تسہیلات سے کام نہیں لیا"۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص۲۶)

نیز دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے "چنانچہ اولین شرط تو یہی ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی بناء پر ہو، اتباع ہوا کیلئے نہ ہو اس شرط پر تمام امت کا اجماع ابن تیمیہ رح نے نقل کیا ہے"۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص۲۵)

فقہاء کرام کی مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر جب ہم آپ کے اس مبنیٰ پر نظر کرتے ہیں جو آپ نے چند مذکورہ مسائل میں عدول عن المسلک کیلئے ذکر کیا ہے تو ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ صرف سہولت پسندی کی خاطر

عدول کی اجازت کے بجائے صراحتاً ممانعت مذکور ہے اسی سہولت پسندی کو تتبع رخص سے فقہاء کرامؒ نے تعبیر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ رخصتوں کی تلاش سہولت پسندی ہی کی خاطر کی جاتی ہے لہذا تتبع رخص اور سہولت دونوں کا ماحصل ایک ہے نیز جن مسائل میں آپ نے عدول کیا ہے ان کے مقامات پر جو وجوہات لکھی ہیں وہ بھی عدول عن المسلک کیلئے قطعاً ناکافی ہیں جیسا کہ ان مسائل کے تفصیلی جوابات کے ذیل میں اپنے مقامات پر انشاء اللہ العزیز بیان کیا جائے گا۔

(۲) فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے درأ المفاسد اولیٰ من جلب المنافع کمن لم یجد سترۃ الاستنجاء ولو علیٰ شط النھر لان النھی راجح علی الامر (قواعد الفقہ ص۸۱)

اس قاعدہ فقہیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مفاسد کا انسداد منافع کے حصول سے زیادہ ضروری ہے لہذا بوقت تعارض مفاسد کے انسداد کو ترجیح دی جائیگی مسائل مذکورہ میں عدول عن المسلک کی وجوہات مذکورہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ آپ کے تحریر فرمودہ نظریہ کے مطابق سہولت پسندی کی فہرست میں تو آسکتے ہیں مگر ضرورت شدیدہ ان میں سے کسی بھی مسئلہ میں نہیں پائی جاتی اور سہولت پسندی کو اگر عدول عن المسلک کا مبنیٰ قرار دیا جائے تو اس میں حالاً ومآلاً مندرجہ ذیل خرابیاں اور مفاسد لازم آتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ بوقت تعارض دفع مفاسد کو ترجیح ہوتی ہے۔

مفسدہ ۱ مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام جن مقاصد کیلئے عمل میں آیا ہے ان میں سے اہم ترین مقصد تحفظ شریعت ہے جس میں ہر قسم کی کتر بونت سے دین کا تحفظ شامل ہے اور خود مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے فقہ حنفی میں ترمیم کا یہ کام انجام دیا جارہا ہے تو پھر آپ کل کو ارباب حکومت کے سامنے کس طرح اپنا یہ دعویٰ پیش کر سکتے ہیں کہ شریعت میں کسی قسم کی ترمیم نہ کی جائے چونکہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اگر کمی بیشی ممکن نہیں ہے تو آپ کیسے کر رہے ہیں آپ اگر جواب کی خاطر یہ کہدیں کہ یہ مسائل منصوصہ میں نہیں ہے مجتہد فیہا مسائل میں ہے تو یہ بھی مد نظر رہے کہ مجتہد فیہ مسائل کے مقابلہ میں منصوص تو بہت ہی قلیل ہیں تمام ذخائر فقہ میں تو مجتہد فیہ مسائل ہی مدون و مرتب ہیں لہذا یہ کام مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کے مقاصد کے بالکل منافی ہے۔

مفسدہ ۲ بالفرض اگر آپ کو اپنی اس سعی کے ضروری اور بروقت ہونے پر ہی اصرار ہو تو کم از کم اس سے تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے خیال کے مطابق اہل علم اہل افتاء ان مسائل میں اور آئندہ اس قسم کے اور ابواب فقہیہ میں آنے والے مسائل میں ہرگز آپ کے ساتھ موافقت نہیں کریں گے اور بصورت عدم موافقت اختلاف لازم ہے

اور اختلاف کے ہوتے ہوئے اتحاد ناممکن ہے اور بغیر مسلمانوں کی اکثریت کے اتحاد کے حکومت کا کسی ایسے مسودہ فقہ کو بطور مسلم پرسنل لاء منظور کرنا عقلاً و عادتاً ناممکن ہے۔

مفسدہ ۳ یہ امر آپ جیسے فعال اور متحرک حضرات سے مخفی نہیں رہ سکتا کہ جدید ذہن کے آزاد طبع حضرات جنھوں نے گو اپنے لئے روزہ نماز کو ترک کر کے دنیا میں تمام تر سہولت پیدا کر رکھی ہے مگر تاہم دوسروں کیلئے بھی سہولت پیدا کرنے میں یہ حضرات ہر وقت ہمہ تن مشغول ہیں اور یہ لوگ مذہب میں آزادی کے زبردست حامی اور علمبردار ہیں ان حضرات نے اپنی ان مساعی کو آپ کے انتظار میں التواء میں نہیں رکھ چھوڑا ہے برابر وہ اپنا کام کر رہے ہیں مگر ابتک ان کیلئے مشکل یہ ہے کہ وہ خود ہی لکھتے ہیں اور خود ہی اُسے پڑھ کر خوش ہوتے ہیں امت کے طبقات میں عموماً الحمدللہ ابھی تک علماء حق کا اعتماد اور اعتبار باقی ہے اور انہیں کے بتلائے ہوئے طریق پر لوگ اعتماد کر کے احکام شرعیہ پر عمل کرتے ہیں۔

آپ ذرا بلحاظ مایؤل سوچیں اور فیصلہ فرمائیں کہ جب آپ کا یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ سہولت پسندی کیلئے بھی بہت سے احکام میں عدول ہو سکتا ہے تو اس اصول کی بنیاد پر تو وہ لوگ شاید آپ سے بھی پہلے ایک ایسا جدید فقہ مدون کر دیں گے جو آپ کے فقہ سے بھی زیادہ سہولت پسندی پر مبنی ہو اور جب اصل مدار ضرورت کے بجائے سہولت پر ہی ٹھیرا تو کیا ضروری ہے کہ لوگ آپ کے مدون فقہ پر عمل کریں جس کا فقہ زیادہ آسان ہوگا اسی کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوگی۔ منشا عرض کرنے کا یہ ہے کہ کتر بونت کے دروازے کے کھلنے کے بعد آپ کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے کہ اس قسم کے مداخلت فی الدین کے فتنوں کو روک سکیں۔

مفسدہ ۴ خود اپنے دینی اداروں کے دارالافتاء رسم المفتی کے مقرر کردہ ضوابط کے مطابق مفتیٰ بہ قول پر فتویٰ دینے کے پابند ہیں اس تسہیل کے بعد ہر مفتی کو درجہ اجتہاد حاصل ہوگا اور سہولت پسندی کے ذہن کو سامنے رکھ کر ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی قول سہولت کا تلاش کر ہی لیا جائیگا اور اس طرح تلفیق بین المسائل کا باب کھل جائیگا جو کہ حرام ہے وان الحکم الملفق باطل بالاجماع (درمختار)

مفسدہ ۵ جب عوام کا طبقہ دیکھے گا کہ دین تو موم کی ناک ہے جسے موڑا جا سکتا ہے تو ان میں بجائے سہولت پسندی کے شریعت بیزاری آجائے گی اعاذنا اللہ منہ

مفسدہ ۶ تمام اب تک کا مدون ذخیرۂ فقہ جو مستند و مسلم ہے اور ہزار سال سے زائد عرصہ سے اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے فاشتہار مذاہبھم فی ظہور الآفاق واعتبار اصولھم وفروعھم فی بطون الاوراق واجتماع

القلوب علی الاخذ بها علی مر الدھور دون ما سواها یشھد بصلاح نیتھم وحسن طویتھم (مقدمۃ الرعایۃ ص۱)

جب یہ ایسے ناواقفوں کے ہاتھ میں آجائیگا جنھیں ضرورت اور سہولت کا بھی فرق معلوم نہیں تو وہ اسمیں ایسی ہی کتر بونت کریں گے جیسے کسی بڑھیا نے سہولت پسندی ہی کی خاطر شاہی باز پر ترس کھا کر کی تھی اور اس سعی سے بسا اوقات منشا شارع کا ختم ہونا لازم آئیگا۔

مفسدہ ۷ ابھی تو صرف کتاب النکاح کے مسائل آئے ہیں ان میں سے ابھی بہت سے باقی ہیں اگر اسی سہولت پسندی کے اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو دوسرے ابواب میں اور نہ معلوم کتنے ایسے مسائل ہوں گے جو اس اصول کے تحت ترک کر دئیے جائیں گے اور جب اپنے امام کے مسلک سے عدول ہو گیا تو پھر آزادی ہے ائمہ اربعہ میں سے جس کا قول آسان ہو لے لیا جائے گا اور اس آزادی طبع واتباع ہوٰی کے پُرفتن دور میں اسکی بالکل راہ نہیں کھولنا چاہیئے چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ اتمام الخیر فی الافتاء بمذہب الغیر میں اسی کو تحریر فرمایا ہے قلت ھذا رأی المتقدمین من مشائخنا الحنفیۃ حیث لم یشترطوا الضرورۃ الشدیدۃ والاضطرار بل اکتفوا علی اشتراط عدم تتبع الرخص واما زماننا ھذا فھو زمان اتباع الھوٰی واعجاب کل ذی رأی برأیہ والتلاعب بالدین فتتبع الرخص ومتیقن باعتبار الغالب الاکثر فلا یجوز الا بشرط الضرورۃ الشدیدۃ وعموم البلوٰی والاضطرار کما ذکرہ العلامۃ ابن عابدین فی رسالۃ عقود رسم المفتی (اتمام الخیر فی الافتاء بمذھب الغیر ص۱۶۶)

مفسدہ ۸ اب تک جو فقہ مدارس اسلامیہ میں نصاب میں داخل ہے وہ فقہ قدیم ہے فقہ جدید کی تدوین کے بعد چونکہ قدیم متروک العمل ہو جائیگا لہذا اُسے نصاب سے بھی خارج کرنا پڑے گا اور دار الافتاؤں میں انہیں مفتیان کرام کو رکھا جائیگا جو جدید مدون فقہ میں مہارت کی سند رکھتے ہوں بالآخر اس سہولت پسندی کے ذہن کا یہ اثر ہوگا کہ تمام احکام شریعت سہولت کی نذر ہو جائیں گے چونکہ خود مشقت وسہولت بھی اضافی چیزیں ہیں ایک پابند صوم وصلوٰۃ کیلئے تو نماز کی پابندی آسان ہے لہذا اس پر فرض رہنی چاہیئے اور بے نمازی کیلئے عادت نہ ہونیکی وجہ سے نماز کی پابندی مشکل اور دشوار ہے اور اسکی دلیل خود قرآن میں موجود ہے وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین لہذا نماز بھی ایسے تمام لوگوں سے معاف ہو جائیگی جو بچپن سے عادی نہ ہوں اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ نجات کی خاطر صرف ایمان بالغیب کافی رہ جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہ

مفسدہ ۹ سابقہ تجربات ہمیشہ آئندہ کیلئے سبق آموز بنتے ہیں جب ایک مضبوط ومستحکم طریق چھوٹ جائیگا تو پھر روز روز نئے حالات کے پیش آنے پر اجتہاد کرنا پڑیگا چنانچہ ماضی میں جن حضرات نے عدول کیا ان کو یہی صورت پیش آئی کہ آج انھوں نے

ایک رائے قائم کرلی اور کل ہوا کا رخ بدلتے ہی وہ رائے بدل دی بالآخر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ نہ تقلید باقی رہی اور نہ ان کا اپنا اجتہاد باقی رہا الحاصل اس طرح کرنے سے روز روز کیلئے اجتہاد کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہے لہذا اس سے احتراز لازم ہے۔

مفسدہ نمبر۱۰ اگر آپ کی تجویز کے مطابق آپ کا یہ مدون کردہ جدید فقہ حکومت تسلیم کرلیتی ہے اور یہی پھر آگے چل کر مسلم پرسنل لاء کے سلسلہ میں عدالتوں کا قانون بن جاتا ہے تو اس صورت میں اور بھی اہم مفاسد پیش آئیں گے جس سے تحلیل حرام اور تحریم حلال لازم آئیگا مثال کے طور پر ایک عورت کے ساتھ اس کا خسر مس بالشہوۃ بشروطہا کرتا ہے وہ عورت حنفی المسلک پرہیز گار متقی ہے شوہر طلاق نہیں دیتا وہ عورت بدرجہ مجبوری شرعی پنچایت سے اپنا نکاح فسخ کرا کے دوسری جگہ نکاح کرلیتی ہے آپ کے مرتب کردہ مسودۂ قانون کے مطابق از روئے قانون عدالت جبراً اس عورت کو اس پہلے شخص کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ رہنے پر مجبور کریگی اور اسطرح ایک حنفی المسلک کا بلاضرورتِ شدیدہ حرام میں مبتلا کرنا لازم آئے گا۔

اسی طرح مثال کے طور پر ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی ہندہ کے چچا نے زید کے ساتھ کر دیا ہندہ نے بالغ ہونے کے بعد بھی کچھ دنوں تک باوجود نکاح کے علم کے زید کے ساتھ اپنے نکاح کا انکار اور رد نہیں کیا بعد میں جب اس کو اس نکاح کا حُسن و قبح معلوم ہوا تو اب ہندہ کہتی ہے کہ چچا کا کیا ہوا نکاح مجھے منظور نہیں لہذا میں اُسے رد کرتی ہوں آپ کے مدون فقہ کے مطابق عدالت اس حالت میں ہندہ کے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کو درست قرار دیگی جبکہ زید اپنی بیوی کو چھوڑنے پر قطعاً رضامند نہیں اُسے اپنی جائز بیوی سے محروم ہونا پڑے گا اور ہندہ حرام میں مبتلا ہوگی اسی طرح اور دوسرے مسائل میں بھی ایسی ہی صورتِ حال پیش آئے گی۔

مفسدہ نمبر۱۱ یہ مسائل جن میں عدول کیا گیا ہے پہلے سے معمول بہا ہیں آجتک ان کے بارے میں کسی قسم کی ضرورتِ شدیدہ پیش نہیں آئی جیسا کہ بحمدہ تعالیٰ اہل افتاء کو تجربہ ہے ممکن ہے یہ خیال کیا جائے کہ بالخصوص ان مسائل میں جن میں عدول کیا گیا ہے جو حالات آج درپیش ہیں ان کا تجربہ مفتیان کرام کو نہیں ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ جن حضرات کے ذمہ افتاء کی خدمت ہے ان کے پاس بکثرت ہر قسم کے مسائل سے متعلق سوالات آتے رہتے ہیں جن میں ان مذکورہ مسائل سے متعلق بھی بہت سے سوالات ہوتے ہیں ان سوالات کو پڑھنے سے اور لوگوں کے عام رہن سہن اور معاشرت کو دیکھنے اور سننے سے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں اور بالعموم شرعی مسئلہ معلوم کرنے والے صحیح حالات ہی بیان کرتے ہیں گو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بات بناتے ہیں بخلاف اس کے عدالتوں میں جو بیانات دیئے جاتے ہیں وہ اکثر غلط بیانی پر مبنی ہوتے ہیں پس آج ان مسائل

میں بلاکسی ضرورتِ شدیدہ کے عدول کرنا سابقہ تجربات کے خلاف ہوگا۔

مفسدہ ۱۲ ہندوستان میں حنفیہ کے علاوہ اہل حدیث اور شوافع وغیرہ دوسرے مسلک کے حضرات بھی موجود ہیں اگر ان کو اس مدونہ فقہ کے تابع کیا جائے گا تو ان کے مسلک کے خلاف ہوگا اور اگر ان کے مسلک کے مطابق الگ قانون مرتب کرکے پیش کیا گیا تو اہلِ حکومت کی جانب سے کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مسلمان اپنے عائلی قوانین کے اعتبار سے بہت بڑے اختلافات کا شکار ہیں لہٰذا حکومت کیلئے ان کا عائلی قانون منظور کرنا ناممکن ہے۔

مفسدہ ۱۳ آپ کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلہ کرنے والی وہ عدالتیں ہوں گی جو فقہ اسلامی سے بالکل نابلد اور ناآشنا ہیں جبکہ یہ امر مسلم ہے کہ فیصلہ شرعی کیلئے ماہر عالم قاضی کی ضرورت ہوتی ہے تو کیسے باور کرلیا جائے کہ وہ ناواقف عدالتیں اس مسودۂ قانون کے مطابق صحیح فیصلہ کریں گی۔

آپ حضرات کے مذکورہ دلائلِ عدول پر ایک نظر

یہاں تک آپ حضرات کے بنیادی مقصد سے متعلق ضروری باتیں عرض کی گئیں اب ان مسائل کے دلائلِ عدول عن المسلک پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

آپ حضرات نے عدول عن المسلک کے بارے میں خط کے ص۵ پر بطور استدلال فقہاء کرامؒ کی جن عبارات کو نقل فرمایا ہے ان میں سے ہر ایک میں ضرورت کی قید موجود ہے۔ ۱ لوافتیٰ بقول مالک فی موضع الضرورۃ ۲ لوافتیٰ بہ فی موضع الضرورۃ ۳ فان الانسان یعذر بہ فی العمل عند الضرورۃ ان تمام عبارات سے محض ضرورت کے مواقع پر عدول کی گنجائش نکلتی ہے۔

ضرورت کی قید سے ثابت ہوا کہ محض سہولت پسندی کیلئے عدول جائز نہیں ہے اور جن مسائل میں عدول کیا گیا ہے وہاں ضرورتِ شدیدہ ثابت نہیں ہے جیسا کہ آپ حضرات کے بیان کردہ وجوہ سے ظاہر ہے لہٰذا ان دلائل سے تو بجائے اثباتِ مدعیٰ کے دوسری شق ثابت ہو رہی ہے۔

۲ اسی کے صفحہ ۵ کے آخر میں ردالمحتار جلد اول کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے "مقلداً فیہ غیر امامہ مستجمعاً شروطہ" الحیلۃ الناجزہ میں بھی حضرت تھانویؒ نے یہی تحریر فرمایا ہے کہ کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب لینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اس امام کے نزدیک جو شرطیں ہیں ان سب کی رعایت کی جائے (الحیلۃ الناجزہ ص۷)

آپ حضرات کے مذکورہ بالا نقل فرمودہ حوالہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ بالفرض اگر کسی مسئلہ میں ضرورت شدیدہ کا تحقق ہو اور ضرورت شدیدہ کی بنا پر دوسرے امام کا مسلک لیا جائے تو اس صورت میں ان کے نزدیک جتنی بھی اس مسئلہ کی شروط وقیود ہوں ان سب کی رعایت کے ساتھ اس مسلک کو لیا جائے گا۔

چنانچہ الحیلۃ الناجزہ میں جہاں مالکیہ کا مسلک لیا گیا ہے ان کے تمام شروط وقیود کی پابندی کی گئی ہے مگر آپ حضرات نے جن مسائل میں دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کیا ہے وہاں اس مسلک کی قیود وشروط کا لحاظ نہیں کیا لہذا ردالمحتار کے نقل کردہ حوالہ کے مطابق بلا لحاظ قیود وشرائط دوسرے ائمہ کرام کا مسلک اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر مسئلہ پر عمل کرنے کیلئے اسکی تمام قیود وشروط کا تحریر میں آنا ضروری ہے اور آپ حضرات نے جہاں جہاں ان مسائل کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ان شروط کا تذکرہ ہی نہیں فرمایا اور جو عبارتیں علی الاطلاق ان مواقع پر لکھی ہیں وہ بیان مذہب کیلئے ناکافی ہیں۔

مس بالشہوۃ

ص ۳ صفحہ ۷ دفعہ ۶ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے "عورت کو چھونا لپٹانا بوس وکنار کرنا ان چیزوں سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی ان مسائل میں بے پردگی کی عمومیت کے باعث ابتلاء عام پیدا ہوگیا ہے اس لئے ان میں فقہ حنفی سے ہٹ کر لوگوں کی سہولت کی خاطر شوافع کا مسلک اختیار کیا گیا ہے"

اس تحریر فرمانے کا واضح مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ غیر عورت کو چھونا لپٹانا بوس وکنار کرنا جو کہ قطعاً حرام ہے اس فعل میں لوگوں کا بے پردگی کی عمومیت کیوجہ سے ابتلاء عام ہو رہا ہے اس فعل حرام میں ابتلاء عام پیدا ہونیکی وجہ سے لوگوں کی سہولت کی خاطر شوافع کا مسلک اختیار کیا گیا ہے اور چونکہ شوافع کے نزدیک مس بالشہوۃ حرمت مصاہرۃ کا سبب نہیں ہے اور یہی قول آپ نے اختیار فرمایا ہے لہذا مس کو مس بالشہوۃ پر محمول کر کے کلام ہے کہ عدول عن المسلک کی جو دلیل آپ نے ذکر فرمائی ہے اس سے پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ مس ونظر بالشہوۃ بشروطہا المذکورہ صرف حنفیہ کا ہی مسلک نہیں ہے دوسرے ائمہ کا بھی یہ مسلک نقل کیا گیا ہے۔ وقد قام الاجماع علی کون اللمس بمنزلۃ الوطی فی تحریم ام الامۃ والزوجۃ وبنتھما کما سیأتی

(اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۱)

قال ابو بکر الرازی فی احکام القرآن واتفق اصحابنا والثوری ومالک والاوزاعی واللیث والشافعی ان اللمس بشهوة بمنزلة الجماع فی تحریم ام المرأة وبنتها فکل من حرم بالوطی الحرام اوجبه باللمس اذا کان بشهوة ومن لم یوجبه بالوطی الحرام لم یوجبه باللمس بالشہوة (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۳)

اب اس مسئلہ پر احناف کے چند دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس مسلک کی قوت از روئے دلائل ظاہر ہو جائے۔

۱۔ عن ابی ہانی الخولانی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نظر الی فرج امرأة لم یحل لہ امہا ولا ابنتہا

۲۔ عن ام ہانی مرفوعاً من نظر الی فرج امرأة لم تحل لہ امہا

۳۔ عن ابن جریج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الذی یتزوج المرأة فیغمز ولا یزید علی ذالک لایتزوج ابنتہا

۴۔ وکان ابن مسعود رض یقول اذا قبلہا فلا تحل لہ ابنتہ ابداً

۵۔ عن قتادة وابی ہاشم وہما من اصحاب انس فی الرجل یقبل ام امرأتہ او ابنتہا قالا حرمت علیہ امرأتہ

۶۔ وعن مجاہد اذا قبلہا ولامسہا او نظر الی فرجہا من شہوة حرمت علیہ امہا وابنتہا ومجاہد من اجلة اصحاب ابن عباس رض (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۲)

اس مسئلہ میں احناف کے دلائل کے ذکر کرنے کے بعد عدول عن المسلک کی مذکورہ دلیل پر چند وجوہ سے کلام کیا جاتا ہے اولاً تو پہلے مدلل طور پر ثابت کر دیا گیا کہ عدول عن المسلک سہولت کی خاطر جائز نہیں ہے اور یہاں آپ نے وجہ یہی تحریر فرمائی ہے کہ لوگوں کی سہولت کی خاطر شوافع کا مسلک اختیار کیا گیا ہے۔

ثانیاً اس لئے بھی آپ کی یہ دلیل درست نہیں چونکہ آپ نے ایک منصوص حرام میں ابتلاء عام کو تخفیف وسہولت کا سبب قرار دیا ہے حالانکہ معصیت میں ابتلاء تخفیف کا باعث نہیں ہوتا، ضرورت شدیدہ ومشقت عامہ مستمرہ میں ابتلاء تخفیف کا سبب بنتا ہے وذالک ان سبب الرخصة لابد ان یکون مباحاً (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰)

نیز الاشباہ والنظائر میں قاعدہ فقہیہ المشقة تجلب التیسیر کے تحت لکھا ہے واعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات وغیرہا سبعة" ان اسباب میں کسی بھی قسم کے تحت ابتلاء معصیت کو تخفیف کا سبب قرار نہیں دیا گیا۔

ثالثاً نص ولا تقربوا الزنا سے غیر عورت کے ساتھ مس بالشہوۃ کرنا حرام و ناجائز ہے نیز حدیث شریف سے بھی اسکی حرمت ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے والید زناھا البطش (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر صـ۲۰) اور فقہاء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ دفع حرج و مشقت کا انہیں مسائل میں اعتبار کیا جائیگا جہاں نص موجود نہ ہو نص کے خلاف میں دفع حرج کالحاظ نہیں کیا جائیگا المشقة والحرج انما يعتبران فی موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا ولذا قال ابوحنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ بحرمة رعی حشیش الحرم وقطعه (الاشباہ للحموی صـ۸۳)

پس مسئلہ مذکورہ میں بھی حسب تصریحات فقہاء کرام نص کے خلاف دفع حرج و مشقت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یہاں یہ امر واضح رہے کہ ہم نے دفع حرج کی اصل بنا حرج و مشقت کے پیش آنیکی صورت پر کلام کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ واقعی اگر کہیں حرج ہو تب بھی نص کے خلاف عمل نہ ہوگا آپ حضرات غور فرمائیں جن مسائل میں شرعاً واقعی حرج و مشقت پر بھی تخفیف نہیں ہے ان مسائل میں محض سہولت پسندی کی خاطر تخفیف کیلئے عدول کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

رابعاً قاعدہ فقہیہ یہ ہے الضرر لا یزال بالضرر آپ حضرات نے جہاں ان امور میں ابتلاء عام کی وجہ سے لوگوں کی سہولت کی خاطر حرمت بالمصاہرت کے باب میں مسلک سے عدول کرکے ان کے عدم اعتبار کا قول اختیار کیا ہے ساتھ ساتھ اس پر بھی تو نظر لازم تھی کہ جب لوگوں کے سامنے یہ سہولتیں آئیں گی جو مقدماتِ زنا کے بارے میں ہیں تو مقدمات کی یہ سہولتیں کہیں ان کو اصل مہلکات تک نہ پہنچا دیں جیسا کہ آپ حضرات کے بقول ابتلاء عام ہونے کی صورت میں اس کا امکان غالب ہے۔ (والمعاصی حمی اللہ من یرتع حول الحمی یوشك ان یواقعه۔ الحدیث)

۴؍ صـ۲۳ دفعہ ۸۶ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے نکاح کے وقت مہر کی نفی کرنا یا شوہر کا یہ کہنا کہ ہم مہر نہیں دیں گے ان دونوں باتوں سے تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا حضرت امام مالکؒ ایسا ہی فرماتے ہیں"۔

دوسرے مقامات کی طرح یہاں آپ نے سہولت اختیار کرنیکی وجہ بھی ذکر نہیں فرمائی اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہاں عدول عن المسلک کی وجہ کو روزِ روشن کی طرح واضح و ظاہر سمجھا اس لئے ذکر نہیں کیا گیا یا پھر کوئی وجہ تھی ہی نہیں جو ذکر کی جاتی۔ ہمیں حیرت ہے کہ آپ نے اس باب کو اتنا سہل اور آسان کیسے خیال فرمالیا کہ بلا کسی ضرورت کے محض سہولت پسندی کی خاطر احناف کے مسلک کو ترک کردیا حالانکہ ہمارے اور مسائل کی طرح یہاں بھی حنفیہ کا مسلک

اس باب میں قرآن و حدیث سے مدلل و مبرہن ہے وانما یصح النکاح فی هذه الصورة وفی صورة نفی المهر بان یصرح عند العقد بعدم اعطاء المهر لان ذکر المهر لیس بشرط یدل علیه قوله تعالیٰ

لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ الآیۃ فانہ یدل علی جواز الطلاق قبل فرض الفریضۃ ای المھر وھو لایمکن بدون انعقاد النکاح (عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۳۰)

اما وجوب مھر المثل فی صورۃ عدم ذکر المھر او نفی المھر فلحدیث ابن مسعود رض ان رجلاً تزوج امرأۃ ولم تفرض لھا صداقاً ومات قبل ان یدخل بھا فسئل ابن مسعود رض فقال لھا مھر مثل نسائھا فشھد معقل بن سنان رض انہ کذالک قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ ابوداؤد والترمذی (عمدۃ الرعایۃ ج ۲ ص ۳۳)

مذکورہ بالا قرآن وحدیث کی تصریحات سے حنفیہ کا یہ مسئلہ وصح النکاح بلا ذکر مھر و مع نفیہ مدلل طور پر ثابت ہے پھر بھلا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ بلاکسی ضرورتِ شدیدہ واقعہ کے صرف سہولت کی خاطر اس مسلک صحیح کو ترک کردیا جائے۔

ص ۵ دفعہ ۱۳۵ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے ”اگر بیوی شوہر کے ظلم کے باعث نفقہ سے محروم ہے یا شوہر کے غربت وافلاس کی وجہ سے نفقہ نہیں پارہی ہے اور مستقبل قریب میں نفقہ کے نظم کا کوئی امکان بھی نہیں ہے نیز خود نفقہ حاصل کرنے میں مختلف قسم کے خطرات ہیں یہانتک کہ معصیت میں مبتلا ہونیکا خوف ہے تو یہ صورتِ حال تفریق کا سبب بن سکتی ہے اور ایسی حالت میں قاضی عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کرسکتا ہے“

اس مسئلہ کی تشریح میں آپ نے ص ۳۸ پر لکھا ہے ”حکیم الامت حضرت تھانوی نے اپنی مشہور تصنیف الحیلۃ الناجزہ میں اور استاذ محترم حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی نے کتاب الفسخ والتفریق میں ایسا ہی فرمایا ہے“۔

حالانکہ حضرت تھانوی رح نے الحیلۃ الناجزہ ص ۱۸۹ حکم زوجہ متعنت فی النفقہ کے بیان میں یہ تحریر فرمایا ہے ”متعنت اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کیلئے مالکیہ سے لیا گیا ہے“

حضرت حکیم الامت رح کی تحریر سے واضح ہوگیا کہ اگر شوہر کے غربت وافلاس کی وجہ سے زوجہ نفقہ نہیں پارہی ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے۔

چونکہ متعنت کی جو تعریف فرمائی ہے اسمیں صراحتاً قدرت علی النفقہ کی قید مذکور ہے فرماتے ہیں۔ ”جو باوجود قدرت کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے“۔ اس مقام پر اولاً تو یہ عرض ہے کہ حضرت حکیم الامت رح نے افلاس کو تعنت میں داخل نہیں فرمایا۔ آگے اس باب میں سوال وجواب کے اندر الحیلۃ الناجزہ میں مسئلہ کی

پوری تفصیل موجود ہے۔ اس کے باوجود آپ حضرات نے یہ کیسے نقل کردیا کہ حضرت تھانوی رح نے الحیلۃ الناجزہ میں ایسا ہی بیان فرمایا ہے آپ کا یہ لکھنا بالکل درست نہیں ہے۔

جن حضرات نے اس مسئلہ میں الحیلۃ الناجزہ کا مطالعہ نہیں کیا وہ تو آپ کے اس تحریر فرمانے سے یہی سمجھیں گے کہ حضرت تھانوی رح نے بھی افلاس کو وجہ فسخ قرار دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ عرض کیا جاچکا۔

لہذا براہ کرم اس غلط فہمی کے ازالہ کی خاطر اس حوالہ کی تصحیح فرمادی جائے۔

اس ضروری گذارش کے بعد عرض ہے کہ افلاس کو وجہ فسخ نکاح قرار دینے میں چند وجوہ سے کلام ہے۔

اولاً تو آپ نے جو دفعہ تحریر فرمائی ہے اسمیں زوج کے حاضر یا غائب ہونے کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی نہ ان ائمہ کرام کے نزدیک جو شرطیں ہیں ان کا لحاظ فرمایا چنانچہ امام شافعی رح کے ہاں جو شروط وقیود اس مسئلہ میں ہیں ان کو بالتفصیل بغیۃ المسترشدین مولفہ سید عبدالرحمٰن بن محمد بن حسین علوی شافعی مفتی دیار مغربیہ میں دیکھا جاوے۔ وہ لکھتے ہیں باب فسخ النکاح بالاعسار۔ فی فسخ النکاح خطر وقد ادرکنا مشائخنا العلماء وغیرھم من ائمۃ الدین لایخوضون فیہ ولایفتحون ھذا الباب لکثرۃ نشوز نساء الزمان وغلبۃ الجھل علی القضاۃ وقبولھم الرشاء ولکن نقول یجوز فسخ النکاح من زوجھا حضر او غاب بتسعۃ شروط اعسارہ باقل النفقۃ والکسوۃ والمسکن لاالادم۔ نیز کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد رابع کتاب النکاح ص۵۸۳ پر امام شافعی رح کا مسلک بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ والحاصل ان شروط الفسخ اربعۃ احدھا ان یعجز عن اقل النفقۃ وھی نفقۃ المعسرین فان قدر علیھا لم یکن معسراً واولیٰ ان قدر علی المتوسطۃ ثانیھا ان یکون عاجزا عن النفقۃ الحاضرۃ او المستقبلۃ اما العجز عن النفقۃ المنجمدۃ فلا فسخ بہ ثالثھا ان یکون عاجزاً عن نفقۃ الزوجۃ فاذا عجز عن نفقۃ خادمھا فلا فسخ رابعھا ان یکون عاجزاً عن الطعام اوالکسوۃ اوالمسکن اما العجز عن الادم وتوابعہ من اٰنیتہ وفرش وغطاء ونحو ذالک فلا فسخ بہ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص۵۸۳)

ویشترط للفسخ ان یثبت عجزہ عن اقل الطعام وھو مُدٌّ فان قدر علی ان یأتیھا کل یوم بمد من الحب وعجز عما عداہ من ادم ولحم اوعجز عن الاتیان بما تقعد علیہ اوتنام علیہ وتتغطی بہ اوعجز عن اٰنیۃ الاکل واٰلۃ التنظیف واٰلۃ الطبخ وعجز عن الاخدام فلا فسخ لھا بشئ من ذالک

لان المطلوب فی ہذہ الحالۃ ان یاتی لہا بما یقوم حیاتہا (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص۵۸۲)

آپ حضرات غور فرمائیں مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ امام شافعی رح کے مسلک پر صرف اس عورت کو شوہر کی تنگدستی کی حالت میں اپنا نکاح فسخ کرانے کا حق دیا ہے جس کا شوہر غربت و افلاس کی اس انتہائی حد کو پہنچ چکا ہو کہ وہ غریب اپنی بیوی کو زندہ رہنے کیلئے بطور سد رمق بغیر سالن کے صرف روکھی روٹی دینے پر بھی قادر نہ ہو گھر کا ضروری سامان بستر چارپائی، برتن حتی کہ جھاڑو تک چاہے اس کے گھر میں نہ ہو اگر وہ اپنی بیوی کو بلا سالن صرف نانِ جویں دینے پر قادر ہے تب بھی اس کی بیوی کو شوافع کے نزدیک حق فسخ نکاح نہیں ہے۔ کیا یہ مفہوم آپ کی عبارت سے ادا ہو گیا؟

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ اس طرح بلا کسی شروط و قیود کے زوجہ معسر کیلئے نہ شوافع کے یہاں حق فسخ حاصل ہے نہ دوسرے ائمہ کرام کے یہاں،

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ہم نے مجتہدانہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ مقلد ہی رہے" یہاں آپ کا یہ دعویٰ ثابت نہیں رہا اس طرح بلا کسی قید و شرط علی الاطلاق کسی بھی امام کے نزدیک زوجۂ معسر کو حق فسخ نہیں ہے۔

دوم حنفیہ کا اس باب میں جو مسلک ہے وہی اور بہت سے ائمہ امت کا مسلک بھی ہے چنانچہ صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں بقولنا قال الزہری وعطاء وابن یسار والحسن البصری والثوری وابن ابی لیلیٰ وابن شبرمہ وحماد بن ابی سلیمان والظاہریۃ (فتح القدیر ج ۴ ص۲۰۱)

اور بحمدہ تعالیٰ دوسرے مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت ہے۔ چنانچہ احناف کے دلائل کے ذکر میں لکھا ہے ولنا قولہ تعالیٰ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ یدخل تحتہ کل معسر وقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفساً الا ما اٰتاہا سیجعل اللہ بعد عسر یسراً دلیل علیٰ ان من لم یقدر علی النفقۃ لا یکلف بالاتفاق فلا یجب علیہ الانفاق فی ہذہ الحالۃ (تبیین الحقائق ص۵۴/۲)

اور بھی بہت سے آثار سے بھی ثابت ہے کہ بصورت عسر زوج زوجہ کو حق فسخ نکاح نہیں ہے۔ یہاں نہ تمام ان دلائل کا ذکر مقصود ہے نہ اس کا موقع ہے جو احناف کے اس باب میں دلائل کو دیکھنا چاہیں وہ اعلاء السنن ج ۱۱ ص۲۰۰ پر قاعدہ کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جب حنفیہ کا مسلک بھی بحمدہ تعالیٰ اور ائمہ کے مسلک سے زیادہ قوی ہے اور عدول عن المسلک کے شرائط بھی موجود نہیں تو پھر عدول کیوں کیا جائے۔؟

اب رہا یہ شبہ کہ شوہر کی تنگدستی کی صورت میں ضرورت لاحق ہے لہذا عدول جائز ہونا چاہیئے ! اس کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ضرورت کی یہ تعریف کی گئی ہے الضرورة مشتقة من الضرر وهو النازل مما لا دفع له (قواعد الفقہ ص۳۵۸) نیز صاحب شرح وقایہ فرماتے ہیں الضرورة دفع الحاجة الدائمة (ج ۲ ص۱۵۳) مفہوم ان دونوں عبارتوں کا اور اس قبیل کے جو حوالہ جات پہلے مذکور ہوئے سب کا دہی ہے جو حضرت حکیم الامت رح نے الحیلة الناجزہ میں تحریر فرمایا ہے " ضرورت شدیدہ یقینی طور پر مشاہد و متیقن ہو گئی ص۲۵ "

بہرحال عدول عن المسلک کی گنجائش وہیں ہوگی جہاں ایسی ضرورت شدیدہ پیش آجائے جو یقینی ہو واقعی اور دائمی ہو وقتی نہ ہو اور اس کا کوئی دوسرا حل ممکن نہ ہو جیسا کہ هو النازل مما لا دفع له سے ظاہر ہے - اور اس بارے میں کہ شوہر غربت کی وجہ سے تنگدست ہو گیا ممکن کیا اکثر واقع ہے کہ کل کو اللہ تعالیٰ وسعت اور فراخی بھی نصیب فرمادیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله ان شاء -

دوسری جگہ ارشاد ہے سيجعل الله بعد عسر يسراً

تیسری جگہ فرمایا ہے ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله ایسی حالت میں ایسی کوئی لم ینحل ضرورتِ شدیدہ نہیں ہے جس کی وجہ سے عدول عن المسلک کیا جائے لِاَنَّ الْمَالَ غَادٍ وَرَائِحٌ

چنانچہ خود حضرات شوافع نے بھی جن کے مسلک میں اس کی چند شروط وقیود کے ساتھ اجازت ہے فرمایا ہے وفي فسخ النكاح خطر وقد ادركنا مشائخنا العلماء وغيرهم من ائمة الدين لايخوضون فيه ولايفتحون هذا الباب (بغیة المسترشدین ص۲۴۲)

سوم یہ امر مخفی نہیں کہ اس زمانہ کے مقابلہ میں پہلے زمانہ میں فقر و فاقہ و تنگدستی کے حالات زیادہ کثرت کے ساتھ تھے ایسے رسل و رسائل اور ایک دوسرے کی خبر گیری کے اسباب نہیں تھے جیسا کہ آج موجود ہیں کہ قومی ملکی اور علاقائی اعتبار سے ایک دوسرے کی امدادی انجمنیں قائم ہیں اکثر ایسے مواقع پر اعزہ اقرباء بھی خبر گیری رکھتے ہیں - غربت و تنگدستی کی حالت میں حکومتیں بھی مختلف قسم کی امدادیں کرتی ہیں اور خود اسلام کا زکوٰۃ وصدقۃ الفطر وغیرہ کا نظام اور اپنے اعزہ اقرباء پڑوسی حاجتمند کی اعانت و امداد کے احکام اسی لئے ہیں کہ ایسے غرباء کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے اور بھی اس قسم کے اسباب ہیں جن سے بہت جلد تنگدستی اور مفلوک الحالی وسعت اور خوشحالی سے بدل جاتی ہے لہذا آج کے

ان حالات میں چونکہ پہلے سے فقر و فاقہ تنگدستی اور عسر کے حالات نہیں ہیں لہذا حسب قاعدہ فقہیہ فقد تغیرت احکامها لتغییر الزمان آج اس فتوی پر عمل کی گنجائش باقی نہیں رہی جو آپ نے متاخرین حنفیہ سے نقل کیا ہے اس لئے حضرت حکیم الامت رح نے اس مسئلہ میں صرف اسی صورت میں مالکیہ کا مذہب اختیار فرمایا ہے جس میں شوہر باوجود قدرت کے بیوی کا نفقہ نہ ادا کرے۔

(چہارم) بہت سی انسانی ضرورتیں تو ایسی ہیں جو آج کے اس نئے دور کی پیداوار ہیں جیسا کہ بجلی ریل موٹر اور ہوائی جہاز کی ضرورتیں دوا کیلئے انجکشن کی ضرورت کہ ان ایجادات سے پہلے آدمی ان چیزوں کا ضرورت مند اور محتاج نہیں تھا جو ضرورتیں آج ان چیزوں سے پوری ہوتی ہیں وہ پہلے دوسرے اسباب و ذرائع سے پوری ہو جاتی تھیں مگر زوجہ کے نفقہ کا مسئلہ آج کے دور کا نیا مسئلہ نہیں ہے نفقہ زوجہ کے مسئلہ میں طعام، کسوۃ اور سکنیٰ کی جو ضرورتیں ہیں وہ ابتداء آفرینش عالم سے آجتک برابر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسلام کے اولین خیر القرون کے دور میں کیسے کیسے فقر و فاقہ کے حالات گذرے ہیں جن کا آج کے اس دور میں تصور بھی عادتاً ناممکن ہے اس وقت بھی یہ ضرورتیں بعینہٖ اسی طرح انسان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں جیسا کہ آج ہیں لہذا اس مسئلہ پر غور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے حالات اور ارشادات عالیہ احادیث شریفہ و آثار پر نظر کی جائے چند آثار کو یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) عن معمر سألت الزهری عن رجل لا یجد ما ینفق علی امرأته أیفرق بینهما قال تستأنی به ولا یفرق بینهما وتلا لا یکلف الله نفساً الا وسعها سیجعل الله بعد عسر یسراً

(۲) وعن طریق عبد الرزاق عن الثوری فی المرأة یعسر زوجها لنفقتها قال هی امرأة ابتلیت فلتصبر ولا تاخذ بقول من یفرق بینهما

(۳) وفی کتاب الحجج لمحمد بن الحسن الامام وبلغنا عن النبی صلی الله علیه وسلم ان رجلاً اتاه یشکوا الیه الحاجة والفقر فقال علیك بالباءة ذهب فتزوج

(۴) عن ابن عجلان ان رجلاً اتی النبی صلی الله علیه وسلم فشکیٰ الیه الحاجة والفقر فقال علیك بالباءة وهو النکاح

(۵) عن ابن عباس رفعه التمسوا الرزق بالنکاح

(۶) روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امرأۃ اتتہ فقالت یارسول اللہ زوجنی فقام الیہ رجل فسألہ ان یزوجہا فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصدقہا بشئ فقال ما عندی اصدقہا فبلغنا انہ زوجہا ایاہ علی ان یعلمہا بسورۃ من القرآن (بحوالہ اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۰۳)

ان احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ ایسے فقر وفاقہ اور تنگدستی کے حالات کے پیش آجانے پر بھی عورت کو صبر واستقامت کی تعلیم دی جارہی ہے اور تفریق یا طلاق چاہنے سے منع کیا گیا ہے۔

نیز بعض حضرات بالکل مفلوک الحال فقر وفاقہ کی حالت میں تھے اس حالت میں بھی آپ نے ان کا نکاح فرمادیا اگر فقر وفاقہ نکاح کے منافی ہوتا تو آپ بجائے اجازت فرمانے کے منع فرمادیتے اسی مضمون کے ذیل میں اعلاء السنن میں لکھا ہے وما کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا القلیل منہم الا اہل العسرۃ ما یجدون ما یاکلون ویطعمون اہالیہم وما کان الصالحون الا اہل الحاجۃ والفقر (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۰۳)

الغرض فقر وفاقہ، عسر ویسر آنی جانی چیزیں ہیں چونکہ ان کا مدار مال پر ہے اور وہ غاد ورائح ہے۔

رشتۂ نکاح ایک مضبوط اور مستحکم تعلق ہے جس کی بقا محمود ہے اور اس کو توڑنا مذموم ہے تنگی کے حالات میں بیوی کا صبر واستقامت کے ساتھ وفاداری سے اپنے شوہر کے ساتھ رہنا قابل تعریف ہے اور جو بیوی ایسے امتحان کے وقت آنکھ پھیر لے اور بیوفائی دکھلائے اور قاضی کی عدالت میں دعویٰ فسخ نکاح دائر کردے اس کو بیوفا کہا جاتا ہے اسلام جس نے مکارم اخلاق اور وفاداری کی تعلیم فرمائی ہے صبر وقناعت کی تلقین کی ہے اس کے مصالح اور مقاصد کے یہ منافی ہے کہ آج کے اس آزادی کے دور میں عورتوں کیلئے ایسا قانون بنایا جائے جس کے سہارے وہ دروازہ کھلے جس کو حضرات شوافع نے بھی پسند نہیں فرمایا ہے۔

۵ بالفرض اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اس دفعہ کی ضروری اصلاح کرنے کے بعد حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ایسے تنگی کے مواقع پر فسخ نکاح کیلئے ایک دفعہ لکھی جائے تب بھی عدول عن المسلک کی وجہ نہ پایا جاتا تو اپنی جگہ ہے مگر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں فسخ نکاح کس کے فیصلہ پر ہوگا چونکہ غیر مسلم عدالت کا فیصلہ معتبر نہیں اور شرعی قاضی موجود نہیں ہے۔

دفعہ ۱۳۷ میں جبکہ عورت نے باہمی رضامندی یا تقرر من جانب قاضی کے بغیر اپنے نان ونفقہ کا خرچ برداشت کیا ہے آپ نے اس صورت میں بھی احناف کا مسلک ترک کیا ہے حالانکہ یہاں عدم النفع ہے اور عدم النفع اور لزوم ضرر

میں فرق ظاہر ہے۔ پس جب یہاں ضرورتِ شدیدہ کا تحقق نہیں ہے تو عدول بھی جائز نہیں ہے۔

تغییر تعبیرِ مہر

مہر کی تعریف کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے " مہر کی تعریف ان تعریفوں سے ذرا ہٹ کر کی گئی ہے جو عام کتب فقہ میں مذکور ہیں اس لئے کہ اس دور میں مہر کی تعریف میں یہ کہنا کہ یہ ملک بضعہ کا بدل ہے شاید استہزاء کا باعث ہو اس لئے تعبیر بدل دی گئی"۔

اور باب المہر ص۲۱ پر مہر کی یہ تعریف کی گئی ہے " مہر اس مال کا نام ہے جو بوقت نکاح مرد کو ادا کرنا پڑتا ہے یا ادا کرنے کا حتمی وعدہ کرتا ہے مہر مرد کی طرف سے عورت کو ایک تحفہ ہے جو عورت کی طرف سے محبت والفت کی پیش کش کے موقع پر دیا جاتا ہے فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة" (النساء ۲۴)

آپ کا مہر کی یہ تعبیر فرمانا صحیح نہیں ہے اولاً تو وجہ تغییر ہی غیر مسلّم ہے چونکہ اغیار کے استہزاء وعار دلانے سے تعبیر نہیں بدلا کرتی ان کو تو صاف جواب دیا جاتا ہے ان الله لا يستحي ان يضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها فاما الذين آمنوا فيعلمون انه الحق من ربهم واما الذين كفروا فيقولون ماذا اراد الله بهذا مثلاً اور بعینہ یہی حدیث شریف سے ثابت ہے قال بعض المشركين وهو يستهزئ انى لارى صاحبكم يعلمكم حتى الخراءة اس استہزاء کے جواب میں ان صحابی رضؓ نے نہ عنوان بدلا اور نہ اس تعلیم فرمانے کا انکار کیا بلکہ نہایت ہی یقین اور اعتماد کے ساتھ بطور فخر فرمایا قلت اجل امرنا ان لا نستقبل القبلة ولا نستنجي بايماننا ولا نكتفي بدون ثلثة احجار ليس فيها رجيع ولا عظم" (رواہ مسلم)

اور دوسرے صحابی رسول حضرت معقل بن یسار رضؓ کا بھی ایسے موقع پر سبق آموز واقعہ ہے عن معقل بن يسار قال بينما هو يتغذى اذا سقطت منه لقمة فتناولها فاماط ما كان فيها من اذى فاكلها فتغامز الدهاقين فقيل اصلح الله الامير ان هؤلاء الدهاقين يتغامزون من اخذك اللقمة وبين يديك هذا الطعام قال انى لم اكن لادع ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم لهذه الاعاجم انا كنا نامر احدنا اذا سقطت لقمته ان ياخذها فيميط ما كان فيها من اذى ويأكلها ولا يدعها للشيطان (ابن ماجہ ص۲۴۳)

اور بھی اسی قسم کے بے شمار واقعات صحابہ کرام اور اسلافِ عظام کے منقول ہیں صرف بطور مثال چند کو ذکر کیا گیا ہے
نیز یہ بھی خیال رہے کہ وجہ تغییر تعبیر یہ ذکر فرمائی گئی ہے کہ "شاید یہ تعبیر استہزاء کا باعث ہو" حالانکہ ملک بضع کا یہ اصطلاحی لفظ خود حدیث شریف میں موجود ہے و فی الدرایۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لبریرۃ رضؓ لما عتقت قد عتق بضعک فاختاری ووصلہ الدارقطنی من حدیث عائشۃ رضؓ بلفظ اذھبی فقد عتق معک بضعک ظاہر ہے جب بوقت عتق قد عتق بضعک فرمایا ہے تو بوقت ملک، ملک بضع ہی کہا جائے گا (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۶۱)

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اصطلاحی لفظ بعینہ حدیث شریف میں موجود ہے تو مستہزئین کی وجہ سے اسکو چھوڑنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

نیز یہ امر بھی مخفی نہیں کہ آپ حضرات نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ تعبیر استہزاء کا باعث ہوگی اس کے ساتھ نتیجہ نکالنے کیلئے یہ کبریٰ بھی ملانا پڑے گا کہ ہر قابل استہزاء تعبیر بدلنے کے قابل ہے اسی طرح اس کبریٰ کے تحت اور بھی بہت سی تعبیرات فقہیہ اور مسائل شرعیہ آئیں گے ان میں کہاں کہاں آپ تعبیر بدلیں گے مثلاً نکاح کی تعریف ہے، حیض و نفاس کے مسائل ہیں جن کا عدت کی وجہ سے براہ راست نکاح و طلاق کے ابواب سے بھی تعلق ہے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص لفظ فرج سے ہے اور وہاں اس کی مفصل بحثیں آتی ہیں خود قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ومریم ابنۃ عمران التی احصنت فرجھا خدانخواستہ کوئی نا اہل نادان اس پر بھی استہزاء کر سکتا ہے آپ کہاں کہاں تعبیرات کو بدلیں گے۔

یہاں تک تو تعبیر کے بدلنے کی مذکورہ وجہ پر کلام تھا اب تعبیر کی تبدیلی کے نقصانات کو ذکر کیا جاتا ہے۔
آپ حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ نکاح، طلاق، مہر وغیرہ تمام اصطلاحی الفاظ ہیں اور انہیں خاص اصطلاحات پر آگے تمام ابواب فقہیہ میں مسائل و احکام کا ترتب ہے مہر کی جو تعریف فقہاء کرام نے فرمائی ہے آپ کی یہ تعبیر اسکی ادائیگی کیلئے قطعاً ناکافی ہے۔ آپ نے مہر کی تعریف میں لکھا ہے کہ "مہر مرد کی طرف سے عورت کو ایک تحفہ ہے جو عورت کی طرف سے محبت و الفت کی پیش کش کے موقع پر دیا جاتا ہے ص ۲۱"

آج کے دور میں جب کہ غلط خواہشاتِ نفسانیہ کا غلبہ ہے مہر کی مذکورہ بالا تعریف ناکافی ہونیکے ساتھ ساتھ ع دادنِ تیغ است دست راہ زن، کا بھی مصداق ہے۔ نیز تحفہ ان عطایا میں سے ہے جو غیر لازم ہیں جبکہ مہر ایک حق واجب و لازم ہے۔

آپ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ "بہت سی تعبیرات و تشریحات گمراہ کن ثابت ہوئیں"، آپ غور فرمائیں کہ اس تعبیر کا کہیں آگے چل کر یہی نتیجہ نہ نکلے خصوصاً جب کہ یہ مسودہ قانون ایسی عدالتوں میں پیش ہو جو اس فن سے بالکل نابلد ہوں وہ ان الفاظ کی ایسی تشریحات کو پڑھ جیسی مہر کی کیگئی ہے یقیناً بہک جائیں گے اور اس طرح شریعت کا منشا بالکل ختم ہو جائے گا جیسا کہ واقعات شاہد ہیں کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے نفقۂ مطلقہ کے بارے میں بالکل غلط فیصلہ دیا۔

یہاں تک خط کشیدہ عبارات سے مفہوم آپ کے بنیادی مقصد اور اس کے لئے بیان کئے گئے اسبابِ عدول پر کلام تھا اب آئندہ جن مسائل میں عدول کیا گیا ہے ان میں سے بعض پر بالتفصیل کلام کیا جاتا ہے۔

باب کفاءت

باب کفاءت میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے آپ کا طریق تدوین اور استدلال و استنباط کا نہج قرآن سنت پر نظر اور روح اسلامی کی کامل دریافت کا بخوبی اندازہ ہو رہا ہے چونکہ یہ عبارت تحریر فرما کر آپ نے استصواب فرمایا ہے اس لئے جواباً عرض ہے کہ آپ نے اس پورے بیان میں جو باب الکفاءت کے عنوان کے تحت صفہ ۲ پر تحریر کیا ہے مندرجہ ذیل دعاوی کئے ہیں

۱۔ فقہاء کرام نے ذلت و عار کو بنیاد بنا کر پیشہ اور ذات کو بھی کفاءت میں داخل کر دیا حالانکہ اس قسم کی باتوں کیلئے قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

۲۔ مذہب اسلام نے ذات اور پیشہ کے فخر کو مٹایا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو اعلان فرمایا ہے اس میں ذات اور پیشہ کی بنیادوں کو ڈھا کر رکھ دیا اور پھر آپ کا عملی نمونہ اور صحابہ کرام کا اس سلسلہ میں اُسوہ اس فخر کو چور چور کرنے کیلئے کافی ہے۔

۳۔ کفاءت کے سلسلہ میں برادری اور پیشہ کو لانا نہ صرف نامناسب ہے بلکہ اسلام کی روح کے خلاف اور دین کی تبلیغ میں رکاوٹ بھی ہے۔

۴۔ کفاءت ایسے پیشے میں ہونی چاہیئے جسے معاشرہ میں ذلیل اور باعث ننگ و عار نہ سمجھا جاتا ہو

چند سوالات

آپ کے ان دعاوی کو پڑھ کر ہر قاری کے ذہن میں یہ چند سوالات ابھرتے ہیں

(۱) کیا واقعی تمام امت کے فقہاء کرام ایسے ناآشنا اور بے خبر تھے کہ قرآن وحدیث کے بالکل خلاف روح اسلامی کے برعکس انھوں نے کفاءت میں ذات اور پیشہ کا اعتبار کرلیا۔

(۲) کیا ائمہ امت کے بارے میں ایسا ذہن رکھنے والا شخص ان کا مقلد کہلایا جا سکتا ہے جب کہ مقلد کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ جس امام کی میں تقلید کر رہا ہوں ضرور اس نے یہ مسئلہ قرآن وسنت سے استنباط کرکے لکھا ہے گو اس کی دلیل مجھے معلوم نہیں ہے اور اسی لئے میں ان کی تقلید کر رہا ہوں۔

(۳) کیا واقعی مذہب اسلام نے ذات اور برادری اور پیشے کے فخر کو مٹایا ہے اس کا تعلق نکاح وغیرہ کے احکام سے ہے یا آخرت سے ہے؟

(۴) کیا یہ کہنا کہ "کفاءت ایسے پیشے میں ہونا چاہیئے جسے معاشرہ میں ذلیل اور باعث عار نہ سمجھا جاتا ہو"، پہلے آپ کے بیانات کے خلاف نہیں ہے اور جس کے کلام میں ایسا واضح تضاد ہو کیا اس کو ان فقہاء کرام پر تنقید کا حق حاصل ہے جنھوں نے اصول وفروع قائم فرما کر تمام ابواب فقہیہ کو مدون ومرتب فرما دیا ہے۔

بیان کی سہولت کی خاطر ان چاروں سوالات کے نمبروار جوابات پیش کئے جاتے ہیں

جوابات

۱۔ یہ کہنا کہ فقہاء کرام نے یہ قرآن وحدیث کے خلاف لکھا ہے بہت بڑی جسارت ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ اس مسئلہ پر دلائل موجود ہیں جن کا ذکر آگے تفصیلی جواب میں آرہا ہے اور کتب فقہ میں ان کی پوری تفصیل موجود ہے۔

فقہاء کرام نے پیشہ اور برادری کا کفاءت کے باب میں جن مصالح کی بنا پر اعتبار کیا ہے ان کو آپ حضرات نے خود ہی تسلیم کیا ہے پھر اصل کو تسلیم کرنے کے بعد فرع کا انکار کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ فقہاء کرام کا باب کفاءت میں ان کا اعتبار کرنا نہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے نہ روح اسلام کے منافی ہے نہ دین کی تبلیغ میں رکاوٹ ہے یہ سب غلط دعاوی ہیں البتہ فقہاء کرام کے متعلق ایسا لکھنا ضرور

روح اسلام کے بھی خلاف ہے اور اسلام کی تبلیغ میں بھی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ چونکہ جب دوسرے لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا جائے گا کہ مسلمان جن مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ ایسے لوگوں کے لکھے ہوئے ہیں جنھیں نہ قرآن وحدیث کا علم تھا اور نہ روحِ اسلام تک ان کی رسائی تھی تو اس غلط تصور کے سامنے آنے کے بعد وہ اسلام کے قریب بھی نہ آئیں گے۔

ہمارے پاس اس حیرت واستعجاب کے اظہار کیلئے الفاظ نہیں ہیں کہ ایک کافر یہودی کو تو امام محمدؒ کی کتابیں پڑھ کر دین کی تبلیغ ہو رہی ہے اور وہ یہ کہتے ہوئے اسلام قبول کرتا ہے ھذا کتاب محمدکم الاصغر فکیف کتاب محمدکم الاکبر اور آج کے دور کے علماء کرام یہ فرمائیں کہ فقہاء کرام کا یہ لکھنا دین کی تبلیغ میں رکاوٹ ہے ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

۲۔ ایسا شخص گو اپنے آپ کو مقلد کہتا ہے مگر درحقیقت وہ دائرۂ تقلید سے خارج ہے چونکہ تقلید کیلئے یہ اعتماد لازم ہے کہ جس امام کی تقلید کی جا رہی ہے اس کے متعلق یہ سمجھے کہ انھوں نے ضرور یہ مسئلہ دلائل شرعیہ سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جو شخص صرف ایک امام بلکہ تمام ائمہ امت کیلئے یہ اعلان کرتا ہے کہ انھوں نے یہ کفارت کے باب کے ہزاروں مسائل قرآن وحدیث کے بالکل خلاف لکھے ہیں اور اس کے نقصانات بیان کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ تبلیغ اسلام میں رکاوٹ ہے بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا کہنے والا شخص دائرۂ تقلید سے خارج ہو چکا گو وہ اپنی زبان سے دعویٰ تقلید کرے مگر حقیقتاً یہ پردۂ تقلید میں اجتہاد کا دعویٰ ہے۔

۳۔ بلاشک وشبہ اسلام نے فضیلت کا اصل مدار صلاح وتقویٰ پر رکھا ہے چنانچہ اسلام کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ کتنے ہی آزاد کردہ غلام ہیں جن کو ان کے علم وفضل کی بنا پر آقا ومولیٰ کہا گیا اور ان کی رکاب تھامی گئی، کتنے ہی ایسے علماء امت ہیں جو قصار، دباغ، قدوری، بزاز وغیرہ کے القاب گرامی سے موسوم ہیں آج تک کسی نے بھی ان کے قول کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا کہ یہ ایک دباغ کا قول ہے۔

اسلام میں جو عفت وشرافتِ انسانی کا احترام ہے وہ دنیا کے کسی مذہب اور ازم میں نہیں ہے مگر افسوس صد افسوس کہ ہم آج اپنے گھر کے خزانوں کو چھوڑ کر اغیار کے باطل نظریات کو لے رہے ہیں جن کی کھوٹے سکوں سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں ہے چنانچہ اس مسئلہ میں بھی کفاءت کا انکار کرنے والے لوگوں کا نظریہ لے کر اسلام کے پاکیزہ نظام میں اس کو جوڑا جا رہا ہے اور اس طرح گویا بہترین قسم کے مخمل میں ناپاک ٹاٹ کا پیوند لگایا جا رہا ہے

اسلام نے تمام انسانی سعی کا مقصود رضائے الٰہی کو قرار دیا ہے اور رضائے الٰہی پر انعامات واکرامات کے ظہور کا اصل وعدہ عالم آخرت میں ہے اور وہی عالم اللہ تعالٰی کے ان انعامات کے ظہور کے لائق ہے یہ دنیا، فانی و بلاد ابتلاء، مصائب و مشکلات کا گھر ہے پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم پر موعود اجر و ثواب کا ظہور اس دارِ فانی میں ہو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان تمام وعدوں اور فضیلتوں کے اظہار کا مقام عالم آخرت ہے ۔ جمہور امت کے نزدیک ان آیات واحادیث کا جو مفہوم ہے اس سے انحراف کرنا بہت سی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے ۔

۴۔ آخر میں یہ کہنا جو سوال میں درج ہے اوپر کے تمام دعاوی کے خلاف ہے اوپر جس چیز کا انکار کیا ہے نیچے اُسی کا اقرار ہے آپ ذرا انصاف سے بتلائیں کہ پاخانہ صاف کرنے والے مرد کے اندر اس کے پیشے کی دناءت کے علاوہ اور کیا خرابی ہے جو آپ اس کو ایک اعلیٰ خاندان والی عورت کیلئے کفو تسلیم نہیں کرتے ۔

آخر میں اسی بات کو تسلیم کرنا جس کو فقہاء کرام نے لکھا ہے ظاہر کرتا ہے کہ خواہ کتنا ہی اجتہاد کر لیا جائے بالآخر اسی تقلید کے حصار میں آکر پناہ لینی پڑتی ہے اور جب وہ ضرورتیں اور حالات پیش آتے ہیں جنکی بنا پر فقہاء کرام نے یہ مسائل لکھے ہیں اور قرآن و حدیث کے دلائل سے لکھے ہیں تو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔

حرمت مصاہرت

مسئلہ مسودہ کے صہ کے تحت آپ ارشاد فرماتے ہیں (٦) عورت کو چھونا، لپٹانا، بوس وکنار کرنا ان چیزوں سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ ان مسائل میں بے پردگی کی عمومیت کے باعث ابتلاء عام پیدا ہوگیا ہے اسلئے اسمیں فقہ حنفی سے ہٹ کر لوگوں کی سہولت کی خاطر شوافع کا مسلک اختیار کرلیا گیا ہے۔

معروض۔ عورت کو چھونا، لپٹانا، بوس وکنار کرنا ان چیزوں سے احناف کے یہاں بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ مس بالشہوۃ مع شرائطہا نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر میں ہے فیفید اشتراط الشھوۃ حال المسّ فلو مسّ بغیر شھوۃ ثم اشتھیٰ عن ذالک المس لا تحرم۔ وما ذکر فی حد الشھوۃ من ان الصحیح ان تنتشر الآلۃ او تزداد انتشاراً ھو قول السرخسی وشیخ الاسلام وکثیر من المشائخ لم یشترطوا سویٰ ان یمیل قلبہ الیھا ویشتھی جماعھا ج ۳ صـ ۱۲۹

نیز اس سے کچھ قبل قول ہدایہ ومن مستہ امرأۃ بشھوۃ کے تحت فرماتے ہیں ای بدون حائل او حائل رقیق تصل معہ حرارۃ البدن الی الید وقیل المدار وجود الحجم۔ وفی مس الشعر روایتان ونقل فیہ اختلاف المشائخ (حوالۂ بالا)

اور اگر یہ کہا جائے کہ مس بالشہوۃ کی صورت ہی میں شوافع کا مذہب اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو عرض ہے کہ شہوت اور اس کے آثار یہ ایسا امر مبطن ہے کہ عین چھونے کیوقت شہوت موجود ہے یا نہیں ماسّ اور ممسوسہ کو بھی اس میں تردّد ہو سکتا ہے تو بھلا دوسروں کو اس کا علم کیوں کر ہوگا۔ پھر بے پردگی کی وجہ سے عین چھونے کیوقت شہوت کو فرض کرلینا اور محض فرض پر مسلک سے عدول کرنا کسی طرح جائز نہ ہوگا بالخصوص جبکہ "عدول عن المسلک بلا ضرورت شدیدہ" نہیں ہو سکتا۔

نیز چھونے لپٹانے وغیرہ سے مطلقاً حرمتِ مصاہرت کا نہ ہونا جب عوام کے سامنے آئیگا تو وہ اپنی اغراض کی بنا پر ان چیزوں کا جواز نکال لیں گے جیسا کہ عوام کے حالات سے ظاہر ہے جس سے "جسارتِ عوام" کی وجہ سے حذر لازم ہے۔ سو اس باب میں فتویٰ امام شافعی رح کا اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ الرضاع

مسئلہ:۔ مسودہ کے صفحہ ۱/۱۹ کی تشریح کے تحت آپ ارشاد فرماتے ہیں " فقہ حنفی میں صرف چار عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی چونکہ یہ معاملہ دودھ پلانے کا ہے اور عجم "میں عرب" کے طریقہ پر باضابطہ باپ بچے کو دودھ پلانے والیوں کے حوالہ نہیں کرتا اور یہ معاملہ عورتوں سے متعلق ہے اس لئے اسمیں شافعی مسلک اختیار کیا گیا ہے

معروض:۔ اولاً تو بلا "ضرورت شدیدہ" عدول عن المسلک جائز نہیں جیسا کہ تمہید جواب میں مفصلاً اسکو بیان کیا جا چکا ہے اور "ضرورتِ شدیدہ" کا تحقق غیر مسلم ہے تو پھر عدول کسی طرح بھی جائز نہیں ہوگا۔

ثانیاً صاحب فتح القدیر نے امام شافعیؒ کے دو قول ذکر کئے ہیں ونقل عن احمد واسحاق والشافعی باربع نسوۃ والذی فی کتبھم انما یثبت بشھادۃ امرأتین (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۴ باب الرضاع)

ثالثاً احناف کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولنا ان ثبوت الحرمة لایقبل الفصل عن زوال الملك فی باب النكاح لانها مؤبدۃ بخلاف الحرمة بالحیض وغیرہ والاملاك لاتزال الا بشھادۃ رجلین اورجل وامرأتین (حوالۂ بالا)

ہماری دلیل یہ ہے کہ ثبوت حرمت باب نکاح میں زوال ملک سے افتراق کو قبول نہیں کرتا کیونکہ حرمت (رضاع) حرمتِ موبدہ ہے بخلاف اس حرمت کے جو حیض وغیرہ کی وجہ سے ہوتی ہے (وہ عارضی ہے) اور املاک کا زوال بلا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے نہیں ہوسکتا

خلاصۂ کلام محقق یہ ہے کہ ثبوت رضاع زوال نکاح کو مستلزم ہے جس سے مرد کی ملک کا زوال لازم آتا ہے کہ عورت مرد پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی اور ملک کا زوال بلا مردوں کی شہادت یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے نہیں ہوسکتا تو حیرت ہے کہ فاضل مؤلف کی اس شدید مانع کی طرف نظر نہ گئی کس طرح چوک ہو گئی۔

آگے مخالف کا جواب دیتے ہوئے محقق ابن ھمامؒ فرماتے ہیں۔

وقولھم لایطلع علیه احد من الرجال قلنا لانسلّم فان المحارم یطلعون علیه وروی عن عمر مثل قولنا (حوالۂ بالا)

اور شوافع کا قول کہ رضاع پر مردوں میں سے کوئی مطلع نہیں ہوتا، ہم اسے قبول نہیں کرتے کیونکہ "محرم مرد" رضاع پر مطلع ہوتے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے ہمارے قول کی طرح روایت کیا گیا ہے۔

دیکھئے اس میں محققؒ کیسے تجربہ کی بات بیان فرماتے ہیں کہ "محارم مرد" رضاع پر ضرور مطلع ہو جاتے ہیں۔ رضاع

مثل ولادت نہیں ہے کہ وہاں مرد بالکل موجود نہ ہوتے ہوں۔ بلکہ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ عورتیں دودھ اپنے محارم کے سامنے پلاتی رہتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں عدول عن المسلک کی کوئی مطلق وجہ بھی نہیں "ضرورت شدیدہ" تو کیا ہوتی بلکہ "ثبوت علی المسلک" کی نہایت پُرشوکت دلیل موجود ہے جیسا کہ ابھی فتح القدیر سے نقل کی گئی۔ پھر کسی طرح بھی "عدول عن المسلک" جائز نہیں ہو سکتا۔

باب الکفاءۃ

مسئلہ:۔ مسودہ کے صفحہ صنٓ پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "کفو کے لغوی معنیٰ برابری اور مساوات کے ہیں۔ فقہاء کرام نے رشتۂ نکاح کو مضبوط اور استوار کرنے کیلئے اور زن وشو کی زندگی خوشگوار گذرنے کیلئے باب نکاح میں کفاءت کو شرط قرار دیا ہے، جہاں تک اس نظریہ اور اصول کا سوال ہے بالکل صحیح ہے۔ اگر ہونیوالے زن وشوہر میں باہم توافق اور توازن نہ ہوگا تو زندگی کبھی بھی خوشگوار نہیں گذر سکتی" اس عبارت میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مسئلہ کفاءت مؤلف کی نظر وعقل میں بالکل صحیح ہے۔ آگے لکھتے ہیں "فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں ذلت اور عار کو بنیاد بنایا ہے ان ہی وجوہ سے انھوں نے پیشہ اور ذات کو بھی کفاءت میں داخل کر دیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ فلاں، فلاں پیشے والے فلاں فلاں پیشے والے کے کفو نہیں ہیں"

معروضات:۔ یہاں سوال یہ ہے کہ احساس ذلت وعار اور اس سے بچنے کے اسباب شریعت میں ان کا کیا درجہ ہے؟ آیا کہ علی الاطلاق احساسِ ذلت وعار مذموم ہے یا کہیں محمود ہے اور کہیں مذموم۔ سو شریعت غرّا میں تعمق نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت نے حوائج مالیہ اور بدنیہ میں اس کا اعتبار کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے "السؤال ذلٌّ"، نیز ارشاد ہے کہ اگر تمہارا کوڑا بھی گر جائے تو کسی سے نہ مانگو اور علمی استفادہ میں سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے کہ ارشاد ہے "انما شفاء العیّ السوال"، ناواقف کی شفاء سوال کرنے اور پوچھنے میں ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاسْئَلُوٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یہاں ذلتِ سوال کا اعتبار نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ احساس ذلت وعار مطلقاً مذموم نہیں۔ جہاں کوئی منشاء صحیح بحد شرع موجود ہے اعتبار کیا گیا ہے اور جہاں نہیں، اعتبار نہیں کیا گیا۔

نیز فخر وتفاخر اور غیرت دونوں میں فرق ہے اپنے محاسن پر اس طرح ریجھنا کہ دوسرے کی ذلت لازم آئے

فخر ہے جو حرام ہے اسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا تھا "لا فخر لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی انما الفضل بالتقویٰ کلکم ابناء اٰدم واٰدم من تراب" اور اپنے مخصوصات کی بحدِ شرع حفاظت کرنا اس کو غیرت کہا جاتا ہے۔ غیرت محمود ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیث میں آتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ رض قال قال سعد بن عبادۃ لو وجدت مع اھلی رجلاً لم امسہ حتی اٰتی باربعۃ شھداء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم قال کلا والذی بعثک بالحق ان کنت لاعاجلہ بالسیف قبل ذلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا الیٰ ما یقول سیدکم انہ لغیور وانا اغیر منہ واللہ اغیر منی (مشکوٰۃ شریف باب اللعان ج۲ ص۲۸۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سعد بن عبادہ نے حضور سے سوال کیا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھوں تو کیا اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہاں تک کہ چار گواہ اس کے اثبات میں لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا ہاں (گواہ لانا ضروری ہے) حضرت سعد نے جواباً کہا خدا کی قسم گواہوں سے پہلے میں اس کا تلوار سے علاج کروں گا یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے سردار کی بات سنو۔ یقیناً یہ غیور آدمی ہیں اور میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھسے زیادہ غیرتمند ہیں

دیکھئے بادیٔ نظر حضرت سعد کے قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے مگر اس کا منشاء چونکہ غیرت ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاویل فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیرت محمود ہے۔ اسی غیرت کا دوسرا نام احساسِ ذلت وعار ہے جس کی شریعت نے بعض جگہ اجازت دی ہے بایں معنیٰ کہ یہ جس کا مبنیٰ ہے اس کا اعتبار کیا ہے۔ انہی جگہوں میں سے نکاح میں کفاءت بھی ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے مقاصدِ نکاح کے انضمام وانصرام کیلئے پیشے اور برادری میں کفاءۃ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ انسانی غیرت اسی کو مقتضی ہے کہ اپنی شرافت ووجاہت کی حفاظت کرے اور فخر وتفاخر سے کنارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوصات کی حفاظت کرے، اس کی مزید تفصیل آئندہ کلام محقق ابن ہمام کی شرح میں آرہی ہے۔

آگے چل کر آپ مسودہ میں لکھتے ہیں "اس قسم کی باتوں کیلئے کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں ہے"۔ میں حیرت میں ہوں کہ آپ جیسا کتاب وسنت پر نظر رکھنے والا شخص یہ بات کس طرح کہہ رہا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

رواہ الحاکم عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ

حاکم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلی اللہ علیہ وسلم العرب بعضھم اکفاء لبعض والموالی بعضھم اکفاء لبعض الاحائک او حجام (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۵۱)

فرمایا عرب بعض بعض کیلئے کفو ہیں اور موالی بعض بعض کیلئے کفو ہیں سوائے حائک اور حجام کے۔

وفی فتح القدیر تحت قول الھدایۃ وتعتبر فی الصنائع وفیما قدمناہ من حدیث بقیۃ حیث قال فیہ الاحائکا او حجاما مایفید اعتبارھا فی الصنائع (ج ۳ ص ۱۹۳)

فتح القدیر ہدایہ کے قول وتعتبر فی الصنائع کے تحت فرماتے ہیں کہ حدیث بقیہؒ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جس میں حائک اور حجام کا استثناء ہے اس سے یہ فائدہ نکلتا ہے کہ کفاءۃ کا پیشوں میں بھی اعتبار ہے۔

حدیث ابن عمر اور حدیث بقیہ سے وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ شریعت نے کفاءۃ میں پیشے اور برادری کا اعتبار کیا ہے کیونکہ حائک اور حجام پیشے بھی ہیں اور برادری بھی۔ سو حدیث وسنت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ اس کے آگے آپ لکھتے ہیں "لیکن کفاءۃ کے سلسلہ میں پیشے اور برادری کو لانا نہ صرف نامناسب بلکہ اسلام کی روح کے خلاف ہے"۔

سب مسلمان جانتے ہیں کہ اسلام کی روح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بارشاد ہے آپ کے ارشاد کے بعد پھر کس جدید روح کی تلاش ہے اسی اسلامی روح رواں کی روشنی میں فقہاء کرام نے بلا جھجک فرمادیا ہے "وتعتبر الکفاءۃ فی الصنائع"، کہ حرفت اور پیشوں میں بھی کفاءۃ کا اعتبار ہے لہٰذا اس کو اسلام کی روح کے خلاف کہنا خلافِ حقیقت و واقفیت ہے۔ اس سے نکاح کے وہ مقاصد جو بقاء عالم کی بنیاد ہیں نیست ونابود ہوکر مٹ جائیں گے اور وہ فتنے کھڑے ہوں گے جن کا سنبھالنا دانشوران اسلام کو مشکل ترین ہو جائے گا۔ محقق ابن ہمام کفاءۃ کے "مصالح نکاح"، میں "معتبر"، ہونیکی تقریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان المقصود من شرعیۃ النکاح انتظام مصالح کل من الزوجین بالاخر فی مدۃ العمر لانہ وضع لتاسیس القربات الصھریۃ لیصیر البعید قریباً عضداً وساعداً یسرہ مایسرک ویسوءہ مایسوءک وذلک لایکون الا بالموافقۃ والتقارب

مقصود نکاح کی مشروعیت سے یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کے مصالح جو دوسرے سے متعلق ہیں مدت العمر تک پورے ہوتے رہیں کیونکہ نکاح دامادی رشتوں کے مضبوط کرنے کیلئے موضوع ہوا ہے تاکہ جو اب تک بعید تھا وہ (بذریعہ نکاح) قریب ہو جائے، مددگار ومساعد بن جائے نتیجہ یہ ہو کہ جو چیز تمہیں خوش کرے وہ انھیں خوش کرے

ولامقاربة للنفوس عند مباعدة الانساب و الاتصاف بالرق والحرية ونحو ذالك ولذالك رأينا الشرع فسخ عقد النكاح اذا ورد ملك يمين لها عليه فعقده مع غير المكافی قريب الشبه من عقد لا يترتب عليه مقاصده واذا كان اياه فسد فاذا كان طريقه كره ولم يلزم المولية اذا انفرد به المولیٰ لظهور الاضرار بها۔

(فتح القدیر ج ۳ ص۱۷۸)

اور جس سے تم رنجیدہ ہو وہ بھی رنجیدہ ہوں اور یہ قرب و نزدیکی آپس میں جب ہی ممکن ہے کہ مابین تقارب و موافقت رہے اور نفوس کا آپس میں تقارب انساب کی مباعدت اور رقیۃ و حریت کے ساتھ موصوف ہونے اور اسی کے مثل (پیشے اور برادری) میں دوری کے باعث نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے ہم شریعت کو دیکھتے ہیں کہ اس نے نکاح کو فاسد قرار دیا جب کہ عورت اپنے شوہر کی مالک ہو جائے (کیونکہ مصالح نکاح میں یگانگت کی ضرورت ہے اور آقا و باندی میں وہ حاصل نہ ہوگی) تو غیر کفو میں نکاح کرنا اس نکاح کے بہت مشابہ ہے جس پر مقاصد مرتب نہ ہوں۔ سو جب نکاح ایسا ہو کہ اس پر مصالح مرتب نہ ہوں تو فاسد ہو جائے گا (جیسا کہ آقا اور باندی میں) اور جب کوئی ایسی چیز نکاح کا ذریعہ ہو جس کی وجہ سے مقاصد پر اثر پڑے ممنوع ہوگی الخ

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مشروعیت میں ایک "بنیادی نکتہ" یہ بھی ہے کہ مصالح نکاح قائم رہیں تو شریعت نے ایسی چیزیں بھی ضروری قرار دیدیں جن سے یہ بنیادی نکتہ بھی قائم رہے اور وہ ہے کفاءت اور پیشہ و برادری وغیرہ میں یگانگت ورنہ نکاح ریت کی دیوار چننے کے مشابہ ہو جائے گا کہ آج کر دکل کو طلاق۔ بالخصوص اغراض دنیویہ پورا ہونیکے بعد اس کا ظہور زیادہ ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فخر و مباہات اور چیز ہے اور غیرت و حمیت اور بات ہے۔ ان دونوں میں خلط کر دینے سے مؤلف کو اشتباہ ہو رہا ہے۔ نیز احناف کے ساتھ شوافع و مالکیہ کا بھی کفاءۃ کے باب میں پیشہ کے اعتبار کرنے کا مسلک کتاب الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ میں از ص۵۴ تا ص۶۰ جلد۴ درج کیا ہے۔

سو شریعتِ غراء یعنی "احادیث و تصریحات فقہاء" کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ پیشہ اور برادری میں کفاءت لابدی اور لازم ہے ورنہ کہیں کل کو اس کا برعکس نہ ہو کہ آج تو فخر و مباہات کا ہوّا دکھا کر پیشہ اور برادری کے امتیاز کو ایک قوم کے ذہن سے اٹھانا چاہ رہے ہیں کہیں دوسری قوم اسی فخر و مباہات میں نہ مبتلا ہو جائے اور وہی مثل نہ صادق آجائے ع وہ الزام ہمکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

آگے چل کر مؤلف لکھتے ہیں۔

"یا کسی معاشرہ میں پاخانہ صاف کرنے کا کام بہت ذلیل وحقیر سمجھا جاتا ہو اور ایک دوسرے پیشہ ور گھرانے کی خاتون کا پاخانہ صاف کرنیوالے مرد سے کر دیا جائے تو کبھی وہ عورت اس شوہر کے ساتھ سکون محسوس کریگی ؟ بس کفاءت کا مطلب اسی قدر ہے" آخری جملہ میں یا تو لفظ "نہ" چھوٹ گیا ہے یا استفہام انکاری ہے۔ جو بھی ہو مطلب یہ ہے کہ ہرگز محسوس نہ کریگی جیسا کہ عبارت کے سباق سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں بھنگی کا پیشہ ایسا ذلیل کیوں ہے کہ کسی پیشہ والی عورت کا بھی اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا جیسا کہ قول مؤلف "ایک دوسرے پیشہ ور گھرانے کی خاتون" کے عموم سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھنگی صبح کو پاخانہ کمائے اور دوپہر کو نہا دھو کر صاف کپڑے پہن لے تو اس میں اب بھی ذات کی کمی کیوں باقی ہے کہ کسی اور پیشہ والی خاتون اس کے ساتھ سکون و مسرت محسوس نہ کریگی۔ یہ وہی غیرت تو ہے جس پر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کفو، کا مدار رکھا ہے۔ جیسے آپ خود ایک مسلمان بھنگی کو کسی بھی پیشہ ور کا کفو، نہیں کرتے اسی طرح فقہاء نے بھی عرف کی بنیاد پر بعض برادریوں کو بعض کا کفو کہا ہے تاکہ مصالح نکاح کا انتظام رہے جس بات کا آپ انکار کر رہے تھے وہی بات آپ کے آخری کلام سے لازم آتی ہے۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ ہم تو اپنی عقول کے پابند ہو کر کلام کرتے ہیں کہ ہماری عقل جس کو کفو، کہدے وہ کفو، ہے اور جسے غیر کفو، کہدے وہ غیر کفو، ہے اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے منشاء شرع کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام محنت وکوشش فرمائی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء تو اب ہم سوچیں کہ اسلام کی روح کے خلاف کس کی کوشش ہے ؟ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

"مسئلہ نفی مہر"

مسئلہ:۔ دفعہ ۸۶ کی تشریح میں آپ نے تحریر فرمایا ہے "کہ اگر مرد نے یہ کہا کہ اس نکاح میں مہر وغیرہ نہیں ہوگا یا اس نے یہ کہا کہ نکاح پڑھایئے مہر نہیں دوں گا تو ایسی حالت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا حضرت امام مالکؒ ایسا ہی فرماتے ہیں (بدایۃ المجتہد ص ۱۸)

معروض:۔ اس مسئلہ میں امام مالک رح کا مسلک لیا گیا ہے۔ اور وجہ عدول کچھ نہیں لکھی گئی حالانکہ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ عدول عن المسلک بلا "ضرورت شدیدہ" ہرگز جائز نہیں جیسا کہ آپ نے خود تمہید میں فقیہ ابو اللیث کا قول ذکر کیا ہے کہ میں تین باتوں پر فتویٰ دیتا تھا پھر ان تینوں سے رجوع کر لیا جن میں سے ایک یہ ہے کنت افتی

ان لا یحل اخذ الاجرۃ علیٰ تعلیم القرآن اور رجوع کی وجہ میں لکھتے ہیں تحرزاعن ضیاع القرآن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مذہب سے عدول کی وجہ "ضرورت شدیدہ" بلکہ "اشدیتہ" تھی کیونکہ تعلیم قرآن جس پر تمام شریعت کا مدار ہے اس کا ضیاع تمام شریعت کے درہم برہم ہونے کا سبب ہے جو کسی طرح گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

الغرض یہ مسلم قاعدہ ہے کہ عدول عن المسلک کیلئے "ضرورت شدیدہ" کا تحقق لابدی ہے لیکن مسوّدہ میں اس کا بالکل ذکر نہیں تو یہ بات تو تلفیق کا باب کھولتی ہے جو باجماع امت حرام ہے۔ یہ تو اصولی بات تھی۔

اب اصل مسئلہ کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

ویصح النکاح وان لم یسمّ فیہ مھراً لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغۃ فیتم بالزوجین ثم المھر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل فلا یحتاج الیٰ ذکرہ لصحۃ النکاح وکذا اذا تزوجھا بشرط ان لا مھر لھا لما بینّا وفیہ خلاف مالک۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۲۰۵)

نکاح صحیح ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں مہر کا ذکر نہ کیا جائے کیونکہ نکاح لغت میں عقد انضمام وازدواج کا نام ہے (اور انضمام زوجین کے کلام سے ہو جاتا ہے) لہٰذا نکاح زوجین سے تام ہو جائے گا پھر مہر شرافت محل کو ظاہر کرنے کیلئے شرعاً واجب کیا گیا ہے تو صحت نکاح کیلئے اسکی ضرورت نہ ہوگی اور اسی طرح جب اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت کیلئے مہر نہ ہوگا تب بھی نکاح منعقد ہو جائیگا۔ اسی دلیل سے جو ماقبل میں گذری اور اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے۔

اس کے تحت صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی لیس ماخوذا فی مفھومہ المال جزءاً فیتم بدونہ الا انّ قولہ عقد لا یستلزمہ الا اذا لم یثبت زیادۃ شرط وھو منتف اذ قد ثبت زیادۃ عدم المحرمیۃ ونحوہ فلا بد من زیادۃ شرعاً علی الدعوی ویرد حینئذٍ ان المھر ایضاً واجب شرعاً فیہ فاجاب بانہ وجب شرعاً حکماً لہ حیث

خلاصۂ کلام محقق ابن ہمام یہ ہے کہ مفہوم نکاح میں مال جزء نکاح ہونیکی حیثیت سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ واجب شرعی اور حکم نکاح کی حیثیت سے مشروع ہوا ہے۔ واجب شرعی کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم" ہے کہ تمہارے واسطے ان (محرمات مذکورہ) کے علاوہ عورتیں حلال کر دی گئی ہیں کہ تم اپنے اموال کے ذریعہ ان کو طلب کرو۔ تقریر استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احلال کو اموال کیساتھ مقید کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں حلت زوجہ کیلئے مہر ضروری ہے، یہی واجب شرعی کی شان ہوتی ہے۔ اور حکم نکاح

افاد بقوله (فلا يحتاج الى ذكره) اذا لم يسم
ابانة لشرف المحل اما انه وجب
شرعاً فلقوله تعالىٰ واحل لكم ما وراء
ذلكم ان تبتغوا باموالكم فقيد الاحلال
به - واما اعتباره حكما فلقوله
تعالىٰ لاجناح عليكم ان طلقتم النساء
مالم تمسوهن اوتفرضوا لهن فريضة فان
رفع الجناح عن الطلاق قبل الفرض
فرع صحة النكاح قبله فكان واجبا
ليس متقدماً عليه وهو الحكم -
واما انه ابانة لشرفه فلعقلية
ذالك اذ لم يشرع بدلا كالثمن والاجرة
والا لوجب تقديمه فعلمنا ان البدل
النفقة - وهذا الاظهار خطره فلا
يستهان به واذن فقد تاكد شرعاً
باظهار شرفه مرة باشتراط الشهادة
ومرة بالزام المهر فتحصل ان المهر حكم
العقد فلا يشترط لصحة العقد التنصيص
علىٰ حكمه كالملك لا يشترط لصحة البيع
ذكره ثم يثبت هوكذالك فيثبت
مهر المثل عند عدم تسمية مهر لها

(حوالۂ بالا)

ہونیکی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "لاجناح علیکم ان طلقتم النساء
مالم تمسوھن اوتفرضوا لھن فریضۃ" ہے کہ تم پر کوئی حرج
نہیں اگر تم عورتوں سے جماع کرنے اور مہر مقرر کرنیسے پہلے طلاق دیدو
طلاق رفع القید الثابت بالنکاح کا نام ہے جب مہر مقرر کرنیسے پہلے
طلاق دینا جائز ہے تو لامحالہ ثابت ہوا کہ بلاتقرر مہر نکاح درست ہے
چاہے عدم تقرر، مہر کو ذکر نہ کرنیکی وجہ سے ہو یا نفی کردینے کے سبب سے ہو،
دونوں صورتوں کو آیت حاوی ہے تو معلوم ہوا کہ نکاح سے قبل، مہر کا
ذکر صحتِ نکاح کا موقوف علیہ نہیں - اور جو چیز شئی کیلئے واجب ہو مگر
اس کا تقدم علی الشئی ضروری نہ ہو بس وہی حکمِ شئی ہے سو ثابت ہوا کہ
وجوبِ مہر نکاح کا حکم ہے وہو المدعیٰ - اور وجہ عقلی یہ ہے کہ مہر بدل
نہیں ہے جیسے ثمن بدلِ مبیع اور اجرت بدل مستاجر ہے کیونکہ اگر مہر
بدل ہوتا تو نکاح پر اس کا تقدم ضروری تھا حالانکہ ابھی ثابت کیا
جاچکا ہے کہ تقدم مہر علی النکاح ضروری نہیں ہے بلکہ شرافت وعظمت
محل ظاہر کرنے کیلئے مہر کو شرعاً واجب کیا گیا ہے بلکہ عظمت محل کو نہایت
مؤکد کرنے کیلئے ایک مرتبہ اشتراط شہادت کو سبب بنایا گیا تو دوسری
مرتبہ الزام مہر کو ذریعہ کیا گیا - سو اس تمام تقریر سے یہ بات حاصل ہوگئی کہ
مہر حکم عقد ہے اور صحت نکاح کیلئے تنصیص علی الحکم ضروری نہیں ہے
جس طرح ملک حکم بیع ہے تو صحتِ بیع کیلئے تنصیص علی الملک ضروری
نہیں - ملک تو بعد میں خود ہی ثابت ہوجائیگی - اسی طرح مہر بھی بعدِ
نکاح متصلاً خود ہی ثابت ہوجائیگا اس کے ذکر کی نہ بوقت نکاح ضرورت
لابدی ہے اور نہ نفی مہر سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے بعد نکاح مہر مثل
خود ثابت ہوجائے گا -

محقق ابن ہمام کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ سے نقلاً ثابت ہوتا ہے کہ بلا مہر نکاح جائز ہے۔ اور مہر واجب شرعی حکماً ہے اس سے عقلاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلا مہر نکاح درست ہو جاتا ہے۔ تو عقلاً و نقلاً ثابت و محقق و مبرہن ہو گیا کہ نکاح بلا مہر درست ہے۔

یہاں پہونچکر یہ خیال ہوا کہ امام مالک رح کا استدلال اور اس کا جواب بھی ذکر کر دیا جائے لہذا تتمیماً للفائدہ اس کو تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

فی فتح القدیر وجہ قولہ ان النکاح عقد معاوضۃ کالبیع والمھر کالثمن والبیع بشرط ان لاثمن لایصح فکذا النکاح بشرط ان لامھر وکان مقتضیٰ ھذا ان یفسد بترک التسمیۃ ایضاً الا انا ترکناہ بالنص السابق ثو بحدیث ابن مسعود رض فی المفوضۃ وسنذکرہ قلنا حدیث ابن مسعود دلّ علی ان المھر اعتبر حکماً شرعاً والا لما تمّ بدون التنصیص علیہ اذ لا وجود للشئ بلا رکنہ وشرطہ فحیث کان واجباً ولم یتوقف علیہ الوجود کان حکما واذا ثبت کونہ حکما کان شرط عدمہ شرطا فاسدا وبہ لایفسد النکاح بخلاف البیع لان الثمن رکنہ فلایتم دون رکنہ (فتح القدیر ج ۳ صـ ۲۰۵)

امام مالک رح کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نکاح عقد معاوضہ ہے اور مہر، ثمن کی طرح ہے اور بیع نفی ثمن کیساتھ صحیح نہیں ہوتی اسی طرح نکاح بھی مہر کی نفی کی شرط کیساتھ صحیح نہ ہوگا۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ اس قیاس کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ ترکِ ذکرِ مہر سے بھی نکاح فاسد ہو جانا چاہیئے حالانکہ امام مالک رح ترک تسمیۂ مہر کے وقت نکاح کو جائز کہتے ہیں وہ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ مقتضیٔ قیاس تو وہی ہے جو آپ نے فرمایا لیکن ہم نے یہاں قیاس کو چھوڑ دیا نص سابق (لاجناح الخ) کی وجہ سے اور حدیث ابن مسعود کے سبب سے مفوضہ کے بارے میں اور اس کو عنقریب ذکر کریں گے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود اس پر دلالت کرتی ہے کہ مہر کا اعتبار شرعاً من حیث الحکم کیا گیا ہے (رکن اور شرط ہونے کی حیثیت سے نہیں) ورنہ نکاح بغیر تصریح مہر کے درست ہی نہ ہوتا کیونکہ شرط و رکن کے بغیر شئ کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ تو جب مہر واجب ہے اور اس پر وجود نکاح موقوف نہیں تو مہر حکم نکاح ہوگا اور جب حکم ہونا ثابت ہو گیا تو مہر کے عدم کی شرط، شرط فاسد ہوگی اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بخلاف بیع کے (اس پر قیاس صحیح نہیں) کیونکہ ثمن، رکن بیع ہے تو بیع بلا رکن کے صحیح نہ ہوگی۔

حدیث ابن مسعود جس کا ابن ہمام نے وعدہ کیا ہے مع ترجمہ درج ذیل ہے۔

وحدیث ابن مسعود ھو انه قال فی رجل تزوج امرأۃ فمات عنھا ولم یدخل بھا ولم یفرض لھا الصداق، لھا الصداق کاملاً وعلیھا العدۃ ولھا المیراث فقال معقل بن سنان سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قضی فی بروع بنت واشق بمثله (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۱۱)

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کیلئے مہر مقرر نہیں کیا اور اس سے وطی بھی نہیں کی پھر اس شخص کا انتقال ہوگیا (تو عورت کو مہر ملے گا یا نہیں) عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے جواب دیا اس کو کامل مہر ملے گا اور عدت بھی ہوگی، میراث بھی ملے گی۔ یہ سُنکر معقل بن سنان رضؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بروع بنت واشق کے بارے میں اسی طرح فیصلہ فرمایا تھا۔" دوسری روایت میں آتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود یہ تصدیق سن کر اتنے خوش ہوئے کہ ایسے کبھی خوش نہیں ہوئے۔

محقق ابن ہمام کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ امام مالکؒ کے استدلال کا مبنیٰ قیاس نکاح علی البیع ہے انھوں نے نکاح کو بیع پر قیاس کیا ہے اس طرح کہ دونوں عقدِ معاوضہ ہیں اور بیع میں ثمن کی نفی سے بیع باطل ہوجاتی ہے اسی طرح نکاح میں مہر کی نفی سے نکاح باطل ہوجائیگا۔ محقق موصوف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بیع ونکاح میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ثمن، مبیع میں رکن ہے اور مہر نکاح میں رکن نہیں ہے بلکہ حکم شرعی ہے اور رکن کی نفی سے شئی کی نفی ہوجاتی ہے لیکن حکم کی نفی سے شئی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ نفی، شرط فاسد کی طرح ہوتی ہے اور شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثمن کی نفی سے بیع تو باطل ہوجائیگی لیکن مہر کی نفی سے نکاح باطل نہ ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ مہر حکم نکاح کیوں ہے تو اس پر یہاں حدیث ابن مسعود سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ مہر واجب شرعی ہے اور واجب شرعی کی تین قسمیں ہیں شرط، رکن، حکم۔ شرط و رکن پر تو شئی موقوف رہتی ہے۔ حکم پر موقوف نہیں ہوتی تو جب ذکر مہر پر نکاح موقوف نہوا جیسا کہ حدیث ابن مسعود اس پر دال ہے تو ثابت ہوا کہ مہر حکم نکاح ہے وھو المدعیٰ۔ نیز عدم ذکر مہر اور نفی مہر دونوں میں مشترک امر ترک مہر ہے تو جب ایک صورت میں نکاح ہوجائیگا یعنی عدم ذکر مہر کی صورت میں۔ تو دوسری صورت میں بھی ہوجائے گا ورنہ مثلین میں بلا وجہ تفریق لازم آئیگی وھو کما تریٰ۔

الغرض دلیلِ عقلی اور نقلی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلک احناف قابل اطمینان اور واجب الاتباع ہے اس سے عدول ہرگز نہ چاہیئے کیونکہ عدول "ضرورت شدیدہ" میں ہوتا ہے اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی۔

خیارِ بلوغ

آپ نے اپنے مضمون کے ص۱۵ پر بعنوان تشریح تحریر فرمایا ہے "یعنی دونوں (صغیر وصغیرہ) بالغ ہونیکے بعد جب نکاح کے حسن و قبح کو جان لیں اور پھر کہیں کہ ہمیں یہ نکاح منظور نہیں ہے تو اگر یہ نکاح باپ دادا کے سوا دوسرے اولیاء کا کیا ہوا ہے تو بذریعہ قاضی (یہ نکاح) فسخ کرایا جا سکتا ہے"۔

اس پر عرض ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کے تین قول ہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو خیارِ بلوغ بالکل نہیں دیا جاتا صرح بہ فی ردالمحتار۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خیار بلوغ آخر مجلس تک حاصل رہتا ہے چنانچہ فتح القدیر جلد سوم ص۱۸۲ میں ہے وجعل الخصاف خیار البکر ممتدا الیٰ اٰخر المجلس وهو قول بعض العلماء مال هو الیه وهو خلاف روایة المبسوط شامی میں ہے وماصححه الشارح فی بابها من انها تمتد الیٰ اٰخر المجلس ضعیف کما سیأتی انشاء الله تعالیٰ لیکن یہ دونوں قول احناف کے یہاں معمول بہ نہیں ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے مگر باکرہ کو یہ خیار آخر مجلس تک نہیں رہتا اور یہی اعدل الاقوال ہے چنانچہ متون مشہورہ میں ہے وخیار البلوغ فی حق البکر لا یمتد الیٰ اٰخر المجلس۔ وفی الهامش علی الهدایة نقلا عن النهایة ثم المراد من المجلس هو مجلس صیرورتها بالغة بان رأت الدم فی مجلس وقد کان بلغها خبر النکاح فسکتت وهی بکر او مجلس بلوغ خبر النکاح وهی بکر بالغة فسکتت یبطل الخیار فی الوجهین

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ باکرہ بالغہ کیلئے خیار بلوغ کیلئے مجلس بلوغ یا مجلس علمِ نکاح شرط ہے مگر یہ خیار آخر مجلس تک نہیں بلکہ اگر علی الفور اختیار کو استعمال نہ کیا تو یہ خیار باطل ہو جائیگا۔ نیز اس میں نفسِ خیار اور خیار ممتد کے حصول سے ناواقفیت بھی عذر قرار نہیں دی گئی چنانچہ اگر نکاح ہو جانا معلوم ہونے کی صورت میں بالغ ہوتے ہی اور نہ معلوم ہونیکی صورت میں بعد البلوغ علم نکاح ہو جانے پر علی الفور رضا ظاہر کر دی یا خاموش رہ گئی تو خیار ختم ہو جائے گا۔

آپ نے خیار بلوغ علی الاطلاق رکھدیا مجلس وغیرہ کی کوئی قید نہیں رکھی۔ بس یہ تحریر فرما دیا ہے کہ "جب نکاح کے حسن و قبح کو جان لیں اور پھر کہیں کہ ہمیں یہ نکاح منظور نہیں ہے" الخ اس صورت میں ظاہر ہے کہ کسی وقت بھی کہا جا سکتا ہے کہ میں نے تو نکاح کا حسن و قبح ابھی جانا ہے لہذا اب مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے لہذا یہ جاننا بھی کوئی قید نہ رہا۔

تو یہ علی الاطلاق خیارِ بلوغ دیا جانا تحریر نہیں فرمایا کہ کس کا مسلک ہے اور نہ ہی اس مسلک کے شرائط و قیود وغیرہ تحریر فرمائے۔

مثل دیگر مسائل معدول فیہا اس مسئلہ میں بھی عدول کی وجہ جزئی طور پر تحریر نہیں فرمائی تو اجمالی اور کلی طور پر جو تحریر فرمایا ہے وہی اس کا مبنیٰ اور منشاء ہے یعنی سہولت پسندی اور سہل الحصولی کی خاطر ہی اس مسئلہ میں مسلک حنفی سے عدول کر کے خیار بلوغ کو ہر قسم کی قیود و بند سے خالی کر دیا۔ اور جو نظائر عدول عن المسلک کے احناف سے نقل فرمائے ہیں انہیں کہیں بھی سہولت پسندی کو مبنیٰ نہیں قرار دیا گیا وہ صرف ضرورت شدیدہ پر مبنی ہیں۔ تو جب مبنیٰ ہی الگ الگ ہیں تو قیاس کرنا اور ان سے تائید حاصل کرنا، ان کو اپنے لئے عدول عن المذہب کی سند ٹھہرانا کیسے صحیح ہوا ؟

نیز قابل غور ہے کہ یہ سہولت پسندی اور سہل الحصولی کیا بعینہ وہی چیز نہیں ہے جس کو فقہاء تتبع رخص سے تعبیر فرماتے ہیں جو کہ مسائل و احکام میں بالاتفاق و بالاجماع ممنوع و حرام ہے۔ اس تتبع رخص اور بلفظ دیگر سہولت پسندی کیلئے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کی بات اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ چونکہ تمام مجتہدین نے اسکے معدوم ہونے کو شرط قرار دیا ہے اور متاخرین فقہاء مجتہدین نے تو اس کے ساتھ ساتھ ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار اور عموم بلویٰ کے قیود بھی زیادہ فرمائے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت شدیدہ اور سخت مجبوری پیش آئے بغیر عدول عن المذہب جائز نہیں چنانچہ اتمام الخیر فی الافتاء بمذہب الغیر میں ہے ان اختار مذہب الغیر فی بعض المسائل والافتاء بہ یجوز للمجتہد، فلا یجوز الا بشرائط الاول ان لا یلزم التلفیق بین المذہبین بحیث یقع اجماع الامامین علیٰ بطلانہ کما مر من تحریر الاصول، والاحکام، والاسنوی وغیرہ۔ والثانی ان یکون اختیار مذہب الغیر قبل العمل بمذہب امامہ کما فی التحریر والاحکام وغیرہ۔ والثالث ان لا یکون علی وجہ التتبع للرخص فانہ لا یجوز للعامی اجماعاً کما صرح بہ ابن عبد البر من انہ لا یجوز للعامی تتبع الرخص اجماعاً (شرح تحریر ج ۳ ص ۳۵۱) قلت ھٰذا رای المتقدمین من مشائخنا الحنفیۃ حیث لم یشترطوا الضرورۃ الشدیدۃ والاضطرار بل اکتفوا علی اشتراط عدم تتبع الرخص واما فی زماننا ھذا فھو زمان اتباع الھویٰ واعجاب کل ذی رای برایہ والتلاعب بالدین فتتبع الرخص متعین ومتیقن باعتبار الغالب الاکثر فلا یجوز الا بشرائط الضرورۃ الشدیدۃ، وعموم البلویٰ، والاضطرار کما ذکرہ العلامۃ ابن عابدین فی رسالۃ عقود رسم المفتی وقد مر منا نصہ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۱۶۶)

حاصل اس کا یہ ہے کہ متقدمین نے اگرچہ افتاء بمذہب الغیر کیلئے عدم تتبع رخص بلفظ دیگر عدم سہولت پسندی و عدم سہل الحصولی کی شرط و قید پر اکتفاء فرمایا تھا مگر چونکہ فقہاء متاخرین نے زمانہ کے حالات پر نظر فرما کر کہ اب غلبہ اتباع

ہوائے نفسانی ہے بجائے بڑوں کی طرف رجوع کرتے اور ان کے ماتحت رہنے کے خود رائی اور خود روی اختیار کی جاتی ہے - دین اور اکابرِ دین کی عظمت سے عموماً قلوب خالی ہیں اس لئے دین کے ساتھ لہو ولعب اور کھیل تماشہ کے جیسا معاملہ کیا جاتا ہے اس لئے اب اس آزادی کی روک تھام ضروری ہے اور مذہب خاص کی پابندی نہایت مضبوطی کے ساتھ ہونا اور رہنا ضروری ہے اس میں ڈھیل نہیں دینی چاہیئے اور بلا اضطرار وضرورتِ شدیدہ دوسرے مذہب کے مسئلہ پر افتاء نہیں چاہیئے -

یہ بھی پیش نظر رہنا ضروری تھا کہ مذہب غیر سے مسئلہ لینے اور دوسروں کو تبلانے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ اس مسئلہ میں پہلے اپنے امام کے مذہب پر عمل نہ کر لیا گیا ہو - اگر پہلے اس پر عمل کیا گیا ہو تو پھر اس میں دوسرے امام کے مذہب کے مطابق عمل کرنا بالکل جائز نہیں - آپ کی تحریر میں اس کا قطعاً ذکر نہیں جس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا - پس ایسی صورت میں جب آپ کی اس تحریر سے حصول خیار بلوغ علی الاطلاق کا علم ہو جائے گا تو جو پہلے سے اپنے مسلک پر عمل کر چکے قولاً وفعلاً نکاح صغر سنی کو بعد بلوغ منظور کر چکے وہ آپ کی اس دی ہوئی سہولت کو لیکر اپنی چاہت کے مطابق نکاح ختم کرنے پر اقدام کریں گے جو کہ سراسر ناجائز اور حرام رہے گا - نیز بہت سے گھرانے تباہی کا شکار ہوں گے اور بہت سے خلجانات وانتشارات میں مبتلا ہوں گے بایں ہمہ اس کی قباحت وشناعت کا بھی خیال نہ کریں گے چونکہ اس کو شرعی رخصت وسہولت کا انعام سمجھیں گے حالانکہ یہ شرعی کام نہیں ہو گا کما مر آنفاً یہ شرعی حیثیت سے معروض ہوا -

اب عقلی طور پر عرض ہے کہ اس خیار میں توسیع کرنیسے مفید ہونے کے بجائے مضر ہونے کا پہلو ہی غالب رہے گا اس لئے کہ فی زماننا نوجوانوں مردوں کا حال عقل سلیم میں ایسا ہی ہے اس لئے ایسوں کو وسیع اختیارات کا حاصل ہو جانا خطرناک ہے تو پھر مثل مرد کے عورت کو خیار وسیع ہونا باوجود اس کے فطرۃً ناقص العقل ہونے کے کیا کیا گل کھلائے گا - جہاں ذرا کوئی بات خلاف طبع پیش آئی تو کہہ بیٹھے گی میں نے تو اس نکاح کے قبح کو ابھی سمجھا ہے لہذا مجھے یہ نکاح منظور نہیں اس لئے ناقص العقل ہونا اس کو مقتضی ہے کہ اس کو اس قدر اختیار اور آزادی نہ دی جائے -

حضرت حکیم الامت التھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ بیوقوف کیلئے یہی مصلحت ہے کہ کسی کا تابع ہو کر رہے تا کہ دوسرا اس کو روک ٹوک کر سکے (شعب الایمان ص۵) تو کم عقل کیلئے اسی میں بہترائی اور بھلائی ہے کہ اس کو آزادی نہ دی جائے ماتحت اور دوسرے کا پابند ہی رکھا جائے - اس لئے کہ عورت ناقص العقل ہے اس کو خیار وسیع اور آزادی دینا مفید نہیں ہو گا بلکہ مضر ہی ہو گا -

یہ امر بھی خاص توجہ اور غور طلب ہے کہ کسی حکم اور قانون شریعت کو خواہ وہ بصورت مذہب حنفی ہو یا دیگر، سخت اور مشکل سمجھ لینے کا آخر کوئی معیار تو ہونا چاہیئے جب کہ اس دین و شریعت کا اجمالاً وکلیاً تنگی اور دشواری سے خالی ہونا اور سہل اور آسان ہونا نصوص قرآنیہ وحدیثیہ میں مصرح ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ۔ کیا سرسری نظر سے اور یوں ہی خیال کر لینے سے کسی حکم جزوی کو مشکل اور دشوار کہا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی اہل علم و فہم ہرگز اسکی موافقت نہ کرے گا ۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے لوگ شریعت کے احکام کو سخت بتلاتے ہیں حالانکہ سخت قانون کی علامت یہ ہے کہ اگر سب مامورین متفق ہوکر بھی اس پر عمل کرنا چاہیں تب بھی دشواری ہو مثلاً دیانات میں بجائے پانچ وقت کے پچاس وقت کی نماز مقرر ہوتی اور زکوٰۃ میں بجائے چالیسواں حصہ دینے کے نصف دینا واجب ہوتا اور معاملات میں مثلاً تجارت پر ایک خاص نفع مقرر کر دیا جاتا کہ اس سے زائد لینا جائز نہ ہوتا یہ البتہ سختی ہوتی اور اب تو جو کچھ دشواری پیش آ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کی معاشرت خراب ہو رہی ہے یعنی ایک شخص عمل کرتا ہے اور دس عمل نہیں کرتے اور چونکہ اس ایک کو انہی دس سے سابقہ پڑتا ہے اس لئے اس کو دشواری پیش آتی ہے اور اگر سب متفق ہو کر عمل کریں تو کچھ بھی دشواری پیش نہیں آتی (مجادلات معدلت خورد ص ۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی حکم اور قانون کو دشوار اور مشکل کسی علامت اور معیار سے ہی کہا جا سکتا ہے ورنہ کوئی بھی جب چاہے گا کہدیا کرے گا کہ یہ مسئلہ مشکل اور دشوار ہے مجھے تو دوسرے مذہب کا مسئلہ آسان اور سہل معلوم ہوتا ہے میں تو اس پر عمل کروں گا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ نہیں عوام کو اجازت نہیں ہوگی تو سوچا جائے کہ اہل علم کہلانے والے بھی تو علم و فہم اور نظر و فکر میں یکساں اور ایک ہی درجہ کے نہیں ہیں تو لامحالہ عدول عن المسلک کیلئے ایسی قید و بند لگانا ضروری ہوگا جس سے یہ باب مفتوح اور کشادہ نہ ہو سکے ۔

الغرض عدول عن المذہب یوں ہی سہولت پسندی اور سہل الحصولی سے کیا گیا تو عدم تقلید اور اتباع ہویٰ کا دروازہ کھل جائے گا آخر یہ نوبت آ کر رہے گی کہ جہاں ذرا کسی مسئلہ کو مشکل خیال کیا آسانی سے اپنا مذہب چھوڑ کر یہ ہوگا کہ کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتوے کو لے لیا پس بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آجاوے گی مثلاً ایک شخص نے وضو کیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ کہے گا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ کہے گا کہ اس میں امام ابوحنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا

اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لے گا اب چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی۔ اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع لازم نہ آوے لیکن بوجہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا جو کہ کھلی گمراہی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو۔ اگر ایک امام کا قول اسکی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کرے گا۔ غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اسکی خالص اور طلب رضائے حق کیلئے نہ ہوگی اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائیگا تو بعد چندے اس آزادی کا فروع سے اصول میں پہونچ جانا عجیب و بعید نہیں بلکہ غالب و قریب ہے جو کہ صریح ضرر دین و ایمان ہے

الغرض اس طریق اخذ و ترک میں ترک تقلید شخصی ہو کر امور ضروریہ ذیل بلاشبہ خلل پذیر ہوں گے۔

(۱) علم و عمل میں نیت کا خالص دین کیلئے ہونا۔

(۲) خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

(۳) ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

(۴) اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

(۵) دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا۔

پس باب عدول کے مفتوح ہونے میں ان مقاصد شرعیہ میں خلل اور بہت سے مفاسد کے پیش آنے کا خطرہ ضرور ہے۔

خلاصۂ کلام

آپ کا مرسلہ خط جس میں عدول عن المسلک کی وجوہات کو ذکر فرمایا گیا ہے نیز مسودۂ قانون میں ان مسائل کو جن میں عدول کیا گیا ہے مکرر سہ کرر پڑھا گیا اور چند حضرات نے مل کر پڑھا مگر پورے غور و فکر اور مراجعت کتب کے بعد کسی بھی مسئلہ میں ایسی ضرورت شدیدہ یقینیہ عامہ و دائمہ کا تحقق نہیں پایا گیا جیسی ضرورت شدیدہ کو عدول عن المسلک کیلئے فقہاء کرام نے ضروری اور لازم قرار دیا ہے جیسا کہ جوابات کے ذیل میں مفصل مذکور ہوا۔

علاوہ ازیں باب عدول کو بحالاتِ زمانہ موجودہ معمول بہا بنانے میں ایسے کثیر مفاسد کے پیش آنے کا خطرہ ہے جیسے بطور نمونہ چند کو ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے۔ پس چونکہ ان مسائل میں جن میں عدول کیا گیا ہے نہ تو کوئی تنگی و حرج ایسی لازم ہے جس پر والنازل ممالا دفع لہ صادق آئے اور نہ دلائل کے اعتبار سے احناف کا مسلک کمزور ہے اس لئے بلا کسی ضرورتِ شدیدہ مسائل مذکورہ میں عدول عن المسلک کرنیکی رائے میں موافقت کرنے سے معذوری ہے۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

رشید احمد غفرلہٗ	احقر عقیل الرحمٰن عفی عنہ	نصیر احمد غفرلہٗ
خادم دار الافتاء مدرسہ دار العلوم عبدیہ ہتین میوات	مدرس مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر	خادم دار الافتاء مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد
۱۹ / ۴ / ۱۴۰۷ھ	۱۹ / ۴ / ۱۴۰۷ھ	۱۹ / ۴ / ۱۴۰۷ھ

حضرت مسیح اللہ علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیانِ کرام کے ارشادات سے احقر کو پورا پورا اتفاق ہے اس کی اشاعت بہت ضروری ہے بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنا قدیم موقف اور راہ عمل تبدیل کر دی ہے

عبد القدوس رومی غفرلہٗ
مفتی شہر آگرہ

حضرات اکابر کی تحقیق سے بندہ بھی متفق ہے

وقار علی غفرلہٗ	محمد یامین غفرلہٗ	مظفر حسین المظاہری
مدرس مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور	نائب مہتمم تعلیمات مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور	ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

عبد القدوس خبیب رومی
مفتی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

احقر محمد صفی اللہ خان
مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد

نجم الحسن تھانوی
ناظم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون (مظفر نگر)

نذر توحید المظاہری
(مہتمم ومفتی مدرسہ رشید العلوم چترا (بہار)

بندہ ذوالفقار علی غفرلہ سہارنپوری
(مفتی مدرسہ مصباح الظفر ڈھکہ" (مراد آباد)

عبد الخالق غفرلہ
خادم جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

باسمہ سبحانہ

حامداً ومصلیاً حضرات مجیب زید مجدہم نے بڑی محنت وکاوش سے قابل توجہ واعتناء تحقیق وتنقیح فرمائی اور نہایت مدلل ومکمل وجامع تحقیق وتنقیح فرمائی اللہ تعالیٰ اس کا صلہ عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے سب کو صحتِ علم وصحتِ ذوق وفہم سے نوازیں۔ اور سب کیلئے ہر آزمائش وفتنہ سے محفوظ رکھتے ہوئے مفید ونافع بنائیں آمین یہی دعاء بندہ بھی کرتا ہے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز فقط

حبیب احمد غفرلہٗ ۸ر ذوالحجۃ

بندہ نظام الدین
(مجازِ طریقت حضرت مولینا الشاہ محمد وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ) (صدر) مفتی دار العلوم دیوبند یوپی

باسمہ سبحانہ حضرت جلال آبادی قدس سرہٗ نے جو باب عدول عن المسلک کے مفتوح ہونیکے مضار ومفاسد کی طرف توجہ دلائی ہے، اس کے خلاصہ ونمونہ کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی "دفع المضرۃ مقدمٌ علی جلب المنفعۃ" تو عند العقلاء بھی مسلم ہے۔ حضرتؒ کی اس تحقیق وتنقیح پر دل سے دعا نکلی، ماشاء اللہ وجزاہم اللہ اور حضرتؒ کے اس احسان عظیم پر قلب جذبۂ تشکر وامتنان سے معمور ولبریز ہوگیا، بندہ دل وجان سے اس کا مؤید ومصدق ہے۔

احقر محمد فاروق
خادم مدرسہ فاروقیہ اترا ڈوئیں الہ آباد

ذا ما ردیہ ، العبد زین الاسلام القاسمی
خادم التدریس والافتاء بمدرسہ [illegible] المعارف الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

بندہ بھی مندرجہ بالا کلمات وتاثرات سے حرف بحرف متفق ہے اور خلوص کیساتھ محسوس کرتا ہے کہ اس دور میں نیز آئندہ اس نوع کے تصلب کے سوا حفاظت وانتظام شریعت کی کوئی صورت نہیں ہے واللہ الموفق والہادی الی الصواب ، احقر عبد الرحیم عفی عنہ
مفتی دار العلوم المصطفویہ بارہ مولہ کشمیر

یہ کتاب
مندرجہ ذیل مقامات سے
حاصل کی جاسکتی ہے
۱۔ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، ضلع مظفر نگر
۲۔ مدرسہ افضل العلوم تاج گنج، آگرہ
۳۔ دائرۃ الشریعہ جامع مسجد وصی آباد، الہ آباد
۴۔ غریب خانہ ۲/ ۹۹۲ تلسی پور، الہ آباد
باہتمام
مجلس صیانۃ المسلمین ۲۳/ ۴/ ۹ محلّہ مفتی، سہارنپور